اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

ترتیب

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت
مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

مودودی صاحب......واثمھما اکبر من نفعھما

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی۔لیکن عرصۂ دراز تک جی نہ چاہا کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید انداز بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے۔ اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریرات میں ناقابل برداشت باتیں بھی آئیں مگر دینی مصلحت کے پیش نظر برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا۔لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالمگیر صورت اختیار کرلے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بری صورت اختیار کرے گا اور دن بدن ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے۔صحابہ کرامؓ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے۔آخر تفہیم القرآن، خلافت وملوکیت اور ترجمان القرآن میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات وتالیفات عصر حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہیں۔اگرچہ چند مفید ابحاث بھی آگئی ہیں مگر اثمھما اکبر من نفعھما والی بات ہے۔اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت اختیار کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم الف سے یا تک ان کی تالیفات اور تحریرات کا مطالعہ کر کے جو حق وانصاف اور دین کی حفاظت کا تقاضا ہو، وہ پورا کیا جائے۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق (ماہنامہ بینات، اگست ۱۹۷۶ء)

انتخاب: محمد عفان بن قاری غلام حسن صدیق۔تاجک، اٹک

اکابر سے وابستگی کے متعلق حضرت امام اہل سنتؒ کی تحریر

''ہوش سنبھلنے کے بعد کوشش ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ اعجاب کل ذی رأی رأیہ سے گریز کرتے ہوئے حضرات سلف اور خلف اکابر کے دامن سے وابستہ رہ کر اپنا شوق وذوق پورا کیا جائے اور اس پر بجا فخر ہے کہ اس سلسلے میں بے حد کامیابی حاصل ہوئی ہے۔نفس امارہ نے بعض مقامات پر سرکشی کی تلقین بھی کی ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ اپنی ناقص دانست کے مطابق حضرات اکابر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔

یہ نہیں مجھ کو خبر کیا ہے حقیقت کیا مجاز
دیکھ کر ان کو خدا کو یاد کر لیتا ہوں میں

[ارشاد الشیعہ صفحہ ۱۸]

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

حضرت مدنیؒ کا مودودی استاد کو مدرسے سے الگ کرنے کا حکم

علمی جائزہ کے مصنف مفتی محمد یوسف صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں مدرس رہے ہیں۔ اس دوران وہ طلبہ کو مودودیت سے متأثر کرنے کی در پردہ کوشش کرتے رہے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت فیوضہم بغرضِ اصلاح ان سے نرمی کا برتاؤ کرتے رہے لیکن مفتی صاحب اندر ہی اندر اپنے مشن میں سرگرم رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی کو جب مفتی محمد یوسف صاحب کی مودودیت کی اطلاع ملی تو حضرت نے مولانا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم ساکن طورو، ضلع مردان (صدر جمعیت علمائے اسلام صوبہ سرحد) کو مفتی محمد یوسف صاحب کے متعلق حسبِ ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا:

> محترم المقام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ مجھ کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی محمد یوسف صاحب فاضل مدرسہ امینیہ دہلی، جو کہ آج کل مدرسہ دارالعلوم حقانیہ میں مدرس ہیں، سخت قسم کے مودودی ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب چشم پوشی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ مولانا یوسف صاحب کو اول سمجھائیں۔ اگر وہ تائب ہوجائیں اور ان کی توبہ پر یقین ہوجائے تو خیر، ورنہ ان کو مدرسہ سے الگ کردیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کو بھی یقین ہے کہ وہ ایسے ہیں مگر تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ والسلام

(۱۳ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ)

نوٹ: حضرت مدنیؒ کا یہ گرامی نامہ ترجمان اسلام لاہور ۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

گرامی نامہ میں حضرت مدنیؒ کے مفتی محمد یوسف صاحب کے متعلق یہ الفاظ کہ ''اور ان کی توبہ پر یقین ہوجائے'' حضرت کی مودودیت کے متعلق خداداد بصیرت پر مبنی ہیں۔ ایک عالم و مدرس (مولانا مفتی محمد یوسف صاحب) جو مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد ہیں، مدرسہ امینیہ دہلی کے سند یافتہ ہیں، وہ بظاہر مودودیت سے توبہ بھی کریں تو قابلِ اعتماد نہیں۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ از روئے تقیہ توبہ کریں اور اندر سے وہ مودودی ہی رہیں۔ (علمی محاسبہ، مطبوعہ ادارہ مظہر التحقیق لاہور، صفحہ ۴۲۲)

☆......☆......☆......☆

مولانا عبدالقوی، انڈیا

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ...... اور...... مودودی صاحب

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک معتبر عالمِ دین نے اپنے مدرسہ کی تکمیلِ بخاری کے لیے حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ سے فرمائش کی، حضرت رحمہ اللہ نے بخوشی قبول فرمایا، پھر اُنہوں نے ظہرانے کی بھی دعوت دی، اُسے بھی قبول فرمالیا، عین جلسے سے پہلے ایک صاحب جو اہلِ علم میں سے تو نہ تھے اہلِ صلاح تھے، حضرتؒ کے معتقد ہوگئے تھے، اُن مولانا کی ایک کتاب لے کر آئے، اُس میں کسی سیمینار میں پڑھا ہوا مقالہ دِکھلایا جس میں اُنہوں نے مودودی صاحب کی تعریف کی تھی۔ حقیقت بس اُس کی اس قدر تھی کہ اُنہوں نے کسی اَدبی و علمی سیمینار کے لیے اِستقبالیے میں سرزمینِ دکّن کی خصوصیات بتلاتے ہوئے بلالحاظ مسلک و مشرب یہاں کی بڑی بڑی علمی شخصیتوں اور جماعات کا ذِکر کیا اور اُس میں مودودی صاحب کا بھی نام تھا۔ حضرت حکیم صاحبؒ کو مودودی صاحب سے اُن کی تحریروں میں موجود حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب عظام رضی اللہ عنہم کی شان میں ناروا تبصروں اور بے جا تنقیدوں کی وجہ سے للّٰہی بُغض تھا، جیسا کہ تمام اکابر علماء کو تھا اور ہے، موصوف نے کچھ اِس طرح مسئلے کو اُٹھایا تھا کہ گویا وہ مولانا، مودودی الفِکر ہیں، دیوبندی المسلک نہیں، یہ جان کر حکیم صاحب رحمہ اللہ کو جوش آ گیا، فرمایا ”ایسے عالم کے مدرسہ میں ہرگز نہیں جاؤں گا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرنے والوں کی تائید کرتا ہے، میں اُس کے ہاں ایک گھونٹ پانی پینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں“، چنانچہ جب وہ مولانا صاحب لینے کے لیے آئے تو آپ رحمہ اللہ نے منع فرمادیا اور وجہ بھی بتلادی، اُنہوں نے کچھ اِصرار کیا اور پھر مایوس ہو کر چلے گئے، بدگمان بھی ہوگئے، ایک اخبار کے کالم نگار تھے تو اس میں اگلے ہی ہفتے ایک مضمون بھی لکھ دیا کہ بڑے بڑے علماء چغل خوری سے متاثر ہوجاتے ہیں، وغیرہ۔

میں نے اس واقعہ کو مضمون میں اس لیے شائع کرلیا کہ دو باتوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول ہوسکے، ایک تو حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کی غیرتِ مسلک اور حمیتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جو اہلِ سنت کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ہم اصحابِؓ رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اُن کا ذِکر، خیر اور بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں، اُن سے محبت کرنے والوں سے محبت اور اُن سے بُغض رکھنے والوں سے بُغض رکھتے ہیں“ حضرتؒ کا یہ فیصلہ عین ایمان کے مطابق تھا، (ہمارے اَکابر کو مودودی صاحب اور اُن کی جماعت سے ذاتی عناد کچھ نہیں، بس انبیاءؑ و صحابہؓ کی شان میں ہوچکی گستاخیوں کا اعتراف اور اُن کی تلافی نہ کرنے کی وجہ سے اِختلاف ہے اور شدید ہے۔) [بشکریہ: سہ ماہی فغان اختر، اشاعت خاص، بیاد: مولانا حکیم محمد اختر، ص:۲۸۱]

شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

سوئے حجاز

(......قسط۴......)

گنبد خضراء:

محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ میں اختلاف ہوا ہے کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہو اس کو وہیں دفن کر دیا جائے۔اس حدیث رسول کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ میں دفن کیا گیا۔حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة تو آنحضور علیہ السلام اور حضرات شیخین ابوبکر وعمرؓ کی تدفین اسی ریاض الجنہ میں ہوئی،عرصہ تک یہ حجرہ مقدسہ اسی سادہ حالت میں رہا،مرورِ زمانہ سے جیسے جیسے وہ شکستہ حال ہوتا گیا،حکومتِ وقت اس کی مناسب تعمیر ومرمت کرتی رہی۔سلطان نورالدین نے حجرہ شریفہ کے اردگرد سیسے کی دیوار بنوائی تاکہ کوئی بدبخت سرنگ لگا کر نعش مبارک کو نکال کر اس کی بے حرمتی نہ کر سکے،جیسا کہ انہی کے زمانے میں دوعیسائیوں نے یہ خبیث کوشش کی تھی اور خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطان کو بتلایا کہ: دو کتے میری بے حرمتی کرنا چاہتے ہیں۔تو نورالدین شام سے مدینہ پہنچا اوران بدبختوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔روضہ شریفہ پر گنبد سب سے پہلے ملک مدصور قلاون نے ۶۷۸ھ میں بنوایا اوراس پر نیلا رنگ کرادیا، تب اس کو گنبد زرقاء کہتے تھے۔جیسا کہ مصنف عباس کرارہ نے اپنی کتاب تاریخ الحرمین میں لکھا ہے،یہ نیچے سے مربع اوراوپر سے مثمن تھا اور لکڑی سے بنایا گیا تھا،جسے ستونوں کے اوپر قائم کیا گیا تھا۔جس مہندس نے اسے بنایا تھا اس کا نام احمد بن برہان عبدالقوی تھا۔پھر ملک اشرف شعبان بن حیل نے سات سو پینسٹھ میں اس کی تجدید کرائی اوراس پر سفید رنگ کرایا،اس کے بعد اس کو گنبدِ بیضاء کہنے لگے،عرصہ بعد پھر کسی ترکی بادشاہ نے اس پر سبز رنگ کرادیا جو آج تک چلا آ رہا ہے اوراسی وجہ سے اس کو ''گنبد خضراء'' کہتے ہیں۔گنبد خضرا کی وجہ سے مسلمانوں کو سبز رنگ کے ساتھ ایک جذباتی قسم کا تعلق ہے،لیکن یہ کوئی مسنون چیز نہیں ہے، اتفاق سے اِس زمانے میں اس کا رنگ سبز ہے،ورنہ یہ نیلا بھی رہا اور سفید بھی۔سعودی حکومت اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے گنبد خضریٰ کی تزیین سے گریز کرتی ہے،مسجد نبوی کو تو انہوں نے بے مثال زیب وزینت

کر کے ایک سجی سجائی دلہن بنا دیا ہے، مگر گنبدِ خضراء پر خاص توجہ نہیں دیتے، از سرِ نو روغن بھی نہیں کراتے، نہ اس پر لائٹ اور روشنی کا معقول انتظام ہے، مسجد تو بقعہِ نور بنی رہتی ہے اور اسے نور افزا بننا بھی چاہیے، مگر گنبد شریف جس میں وہ ہستی آرام فرما ہے جو وجہِ تخلیق عالم ہے، جس کی برکت سے چاند سورج منور و تاباں ہیں، جس نے دنیا کو ہدایت و ایمان کی روشنی عطا کی ہے، اس کے ساتھ بے اعتنائی مناسب نہیں، ساری دنیا کی روشنیاں اس کے روضہ اطہر پہ نثار کر دینی چاہیں کہ ہمارے ایمان کا چراغ اسی کی ضیا پاشی سے فروزاں ہے۔

روشن بزمِ دودہِ آدم　　　صلی اللہ علیہ وسلم
نور افزائے ماہ و انجم　　　صلی اللہ علیہ وسلم
در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ　　　آبروئے ما زنامِ مصطفےٰ

ریاض الجنۃ: بابِ جبریل سے مسجد میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ حجرہ سیدہ فاطمہ ہے اور دائیں ہاتھ صفہ اصحاب رسول ہے، ان دونوں کے بیچ سے گزر کر جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو یہی جگہ ریاض الجنۃ کہلاتی ہے، یعنی جنت کے باغات۔ انہیں ریاض الجنۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا تو مآل کار یہ جگہ جنت میں لائی جائے گی، یا شروع میں یہ جگہ جنت سے لائی گئی تھی۔ یہ حدیث پاک ریاض الجنۃ کے دروازے پر لکھی ہوئی بھی ہے، گویا جو شخص اس جگہ آجاتا ہے وہ سمجھے میں جنت میں آگیا ہوں۔ اب اندازہ کریں آپ شیخین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خوش نصیبی کہ جو مرتے ہی جنت میں پہنچ گئے اور اب جنت میں آرام فرما ہیں، قیامت کے دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی اٹھیں گے اور سیدھے جنت میں چلے جائیں گے جب آپ اس قطعہ جنت میں پہنچ جائیں تو کم سے کم دو نفل نماز تو ضرور پڑھ ہی لیں یوں آپ کی وہ نماز بھی جنت کی نماز ہوگی اور جو اور کہیں نصیب نہیں ہو سکتی۔ ریاض الجنۃ میں کئی آثار رسول ہیں آپ کا وہ ممبر بھی یہیں ہے جس کا ذکر مابین بیتی و ممبری میں آیا ہے موجودہ ممبر اگرچہ بہت بعد کا بنا ہوا ہے مگر یہ اسی جگہ سیٹ کیا گیا ہے جہاں رسول اللہ کا وہ ممبر تھا۔

حضور علیہ السلام کا وہ ممبر ایک صحابیہ عورت نے بنوا کر دیا تھا جو پیلو یا جھاؤ کی لکڑی سے بنایا گیا، جب اس پر کھڑے ہو کر حضورؐ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تو کھجور کا وہ تنا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر اس سے قبل خطبہ دیا کرتے تھے وہ ہجر رسول کی وجہ سے زار و قطار رونے لگا، حضور ﷺ نے ممبر سے اتر کر اس سے معانقہ کیا، اسے دلاسہ دیا، پھر وہ آہستہ آہستہ چپ ہو گیا، وہ تنا بھی یہیں محرابی دیوار کے نیچے مدفون ہے، محراب اور بیت رسول کے درمیان کوئی بیس گز کا فاصلہ ہوگا، جس میں سات متبرک ستون ہیں، جن کے پاس

دعائیں قبول ہوتی ہیں۔[۱]ستون حنانہ۔ [۲]ستون عائشہ۔ [۳]ستون ابی لبابہ۔ [۴]ستون سریہ۔ [۵]ستون وفود [۶] ستون علی۔ [۷] ستون تھرا۔ وجہ تسمیہ ناموں سے ظاہر ہے ان ستونوں پر بڑے خوبصورت نقش ونگار کئے ہوئے ہیں۔

ممبر رسول سے روضہ شریف کی طرف ذرا سا ہٹ کر مصلائے رسول ہے، جہاں حضور علیہ السلام امامت فرمایا کرتے تھے، آپ کے سجدے کی جگہ تو محراب کے اندر آ گئی ہے، باہر جو مصلا بنا ہوا ہے اس میں نمازی کا سر حضور کے قدموں کی جگہ پر آتا ہے اور یہی ادب کا تقاضا بھی ہے۔ ریاض الجنۃ کے باہر اس کے قریب ہی ایک پرانے زمانے کا مئذنہ جس کے اوپر اذان دی جاتی ہوگی۔

صفہ: صفہ وہ چبوترہ ہے جس پر مسافر اور بے گھر صحابہ قیام فرما رہتے تھے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال وعمار وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس ہوتا یہ اس میں شریک ہوجاتے، قرآن پاک پڑھتے، حدیث رسول سنتے، پھر اس صفے پر یادِ خدا میں مصروف رہتے، حضور علیہ السلام کے گھر کے کام اور خدمات سرانجام دیتے، عام حالات میں یہ مدرسہ رسول کے طالب علم ہوتے اور جب جہاد کا موقع آتا تو یہ مجاہد بن جاتے، تبلیغ کے لیے کہیں جانا ہوتا تو یہ بہترین مبلغ ثابت ہوتے، کوئی قومی اور ملی کام ہوتا تو اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیتے۔ گویا اسلام اور مسلمانوں کی ہمہ پہلو خدمات سرانجام دیتے رہتے، ان کا وہی چبوترہ آج صفہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے، اس صفہ سے ملحق برقی چھتریاں ہیں جو بٹن دبانے سے کھل جاتی اور بند ہوجاتی ہیں، اس سے اور پیچھے ہٹ کر مسجد نبوی کی عثمانی دور کی عمارت ہے، جس میں باب مجیدی ہوتا تھا، اب اس جگہ دو لائبریریاں ہے، جن کا ذکر کسی اور جگہ آ چکا ہے، اسی کے سامنے شمال میں اب باب فہد تعمیر ہوا ہے۔ جو بہت عالی شان اور دیدہ زیب ہے اس کے اوپر متحرک گنبد ہیں، جو بوقتِ ضرورت ہٹائے بھی جاسکتے ہیں۔

شیخینؓ کے مزارات:

حجرہ سیدہ عائشہؓ میں سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے زوجِ مکرم۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی، پھر خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق ان کی قبر حضور کے پہلو میں بنی، لیکن حضرت ابوبکرؓ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر رکھا گیا، ازاں بعد جب حضرت عمرؓ قریب المرگ ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر فرمایا عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ: عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے، عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، حضرت عمرؓ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا، حضرت عائشہؓ نے کہا: اس جگہ کو میں اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی، لیکن

آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ عبداللہؓ واپس آئے، لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی، آپ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا: جو آپ چاہتے تھے، فرمایا: میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔ حضرت عمرؓ زخمی ہونے کے تین دن بعد انتقال فرما گئے اور انہیں ان کی خواہش کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں اتنے ہی فاصلے سے دفن کر دیا گیا۔ گویا دونوں خلفاء رسول اللہ کے زیر سایہ بھی ہیں اور آپ کے پہرہ دار بھی، قبروں کی صورت یہ ہے قبلہ والی دیوار کے ساتھ پہلے حضور اکرم ﷺ پھر ان کے پیچھے ابوبکر پھر ان کے پیچھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

نقشہ یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حجرہ شریفہ میں چوتھی قبر کی جگہ خالی پڑی ہے روایات کے مطابق جس میں قرب قیامت کے وقت نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہوں گے۔ تو گویا حجرۂ عائشہ میں ایک آفتاب ایک ماہتاب اور دو ستارے آرام فرما ہوں گے۔ جن کا یہ حجرہ تھا وہ یعنی سیدہ عائشہ صدیقہؓ خود بقیع میں مدفون ہیں، اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ بھی بقیع میں پیوند خاک ہیں، رسول اللہ کے چوتھے یار حضرت علیؓ کوفہ کے قریب نجف اشرف کی زمین کو مشرف کیے ہوئے ہیں، ان کے جلیل القدر مجاہد وشہید صاحبزادے حضرت امام حسینؓ بھی کوفہ کے قرب وجوار میں کربلا کی زمین کی عزت بڑھا رہے ہیں، ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسنؓ مہمانان بقیع میں شامل ہیں اور ان کی والدہ مکرمہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ حضرت عائشہؓ سے ملحق شمالی حجرے میں یا پھر بقیع میں استراحت فرما رہی ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

آسماں اس سرزمین کی ہمسری کیونکر کرے
عرشِ اعظم بھی برابر جس کے ہوسکتا نہیں

روضہ اطہر کی مغربی دیوار میں پیتل کی جالیاں لگی ہوئی ہیں، ان میں تینوں حضرات کے چہروں کے بالمقابل تین سوراخ رکھے ہوئے ہیں، رسول اللہ کے سامنے والا سوراخ قدرے بڑا ہے، دوسرے دونوں چھوٹے، اسی کو ''مواجہ شریف'' کہتے ہیں اور یہیں سلام پڑھا جاتا ہے، عامی لوگ ان میں جھانک جھانک کر دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں شاید قبر رسول یا قبور شیخین نظر آ جائیں یا حجرہ شریفہ کا اندرونی منظر دکھائی دے جائے، مگر وہ کیسے دکھائی دے؟ کیونکہ وہ تو اس حجرے کے اندر ایک اور حجرے میں مستور ہیں۔ دونوں کے بیچ

میں ایک راہ داری ہے، جس طرح خانہ کعبہ کا دروازہ کسی بہت ہی دینی یا دنیاوی معزز شخصیت کے لیے ہی کھولا جاتا ہے، اسی طرح روضہِ رسول کا دروازہ کسی بہت ہی بلند مقدر والے کو کھلنا نصیب ہوتا ہوگا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے لیے یہ دروزہ کھلتا تھا اور وہ اپنی داڑھی سے حجرہ شریفہ میں جھاڑو دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے منکر حیات النبی سے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہیں زندہ وتابندہ دکھا دیتا ہوں، فرمایا کہ: سامنے دیکھو! اس نے دیکھا تو حجرے کی دیوار شق تھی اور حضور اقدس ایک کرسی پر تشریف فرما نظر آئے، حضرت مدنیؒ کا تو عندالرسول یہ مقام تھا کہ ایک دفعہ آپ نے روضہ رسول پر سلام پیش کیا تو بلند آواز سے جواب آیا جو اور لوگوں نے بھی سنا وعلیك السلام یا ولدی مگر وہ اتنے بلند مقام پر ہو کر بھی اپنے آپ کو ''ننگ اسلاف حسین احمد'' لکھا کرتے تھے ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے ؎

میں فرشِ زمیں ہوں تو سقفِ سما ہے　　　تو میرے تخیل سے بھی ما ورا ہے
ہمیں تو نظر آتا خیرالبشر ہے　　　حقیقت کو تیری خدا جانتا ہے

مدینہ منورہ کی دوسری مسجدیں اورزیارتیں:

مدینہ منورہ میں سب سے بڑی زیارت تو گنبد خضراء اور روضۂ رسول ہے اس کے علاوہ دیگر مسجدیں یہ ہیں، مسجد قبا، مسجد قبلتین، مسجد جمعہ، مسجد غمامہ، مسجد ابوبکر، مسجد عمر، مسجد علی وغیرہ۔

مسجد قبا:

مدینہ منورہ کے جنوبی جانب تین میل کے فاصلے پر مسجد قبا واقع ہے، جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے، اس مسجد کی بنیاد حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے رکھی اور خود بھی صحابہ کرام کے ساتھ مل کر برابر کام کیا، اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے **لمسجد اُسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه**۔ اس کے نمازیوں کی تعریف بھی قرآن کرتا ہے **فیه رجال یحبون ان یتطهروا، واللہ یحب المطهرین** ۔ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقوی پر رکھی گئی ہے، اس میں نماز پڑھنے کا زیادہ حق ہے، اس میں ایسے لوگ ہیں جنہیں تقویٰ طہارت بہت ہی زیادہ پسند ہے اور اللہ تعالیٰ بھی طہارت پسندوں سے محبت کرتے ہیں۔ مسجد قبا میں دو نفل پڑھنے کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے، حضور علیہ السلام خود بھی نماز پڑھنے کے لیے اس میں تشریف لے جاتے تھے۔

مسجد قبلتین:

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ گئے تو پہلے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، مگر حضور ﷺ کی خواہش اور تمنا تھی کہ ہمیں خانہ کعبہ اور مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے، چنانچہ یہ حکم آ گیا کہ: **فولِ وجهک شطر المسجدالحرام** اب اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف

پھیرلیں، آپ ﷺ نے نماز کے اندر ہی شمال کی طرف سے رخ پھیر کر جنوب کی طرف کرلیا، کیونکہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے جانبِ جنوب ہے، اسی لئے اس کو مسجدِ قبلتین کہتے ہیں یعنی دو قبلوں والی مسجد، پہلے اس کے دو محراب تھے پہلا شمال میں اور دوسرا جنوب میں، مگر اب اس کا محراب ایک ہی ہے جنوب میں مکہ مکرمہ کی طرف۔

مسجد جمعہ:

یہ مسجد قبا سے مدینہ آتے ہوئے برلب سڑک دائیں ہاتھ واقع ہے، یہاں آپ نے اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا جمعہ پڑھا تھا، اس لیے اس کو مسجد جمعہ کہتے ہیں، ان کے علاوہ مسجدِ جن، مسجد غمامہ، مسجد ابی بکر صدیق، مسجد عمر فاروق اور مسجد علی بھی یہاں یادگار ہیں۔

جنت البقیع:

یہ مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں متصلاً واقع ہے، اس جگہ کا اصل نام بقیع الغرقد تھا، اب صرف بقیع کہتے ہیں، یوں اسلام کا قدیم ترین قبرستان ہے، اس میں ہزاروں صحابہ اور صحابیات مدفون ہیں، ائمہ اہل بیت کے مزارات ہیں، سیدہ فاطمہ، امام حسن زین العابدین اور حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہم اس میں آرام فرما ہیں، حضور کی اکثر ازواج مطہراتؓ بھی یہیں پیوندِ خاک ہیں، یہ سب سے زیادہ مقدس قبرستان ہے، گویا قبرستان نہیں جنت الفردوس کا ایک حصہ ہے، اسی لیے اسے جنت البقیع کہتے ہیں۔

مشھد حمزہؓ:

جبلِ احد کے دامن میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار پُر انوار بھی زیارت گاہِ خواص وعام ہے، انہتر وہ صحابی جو آپ کے ہمراہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے وہ بھی آپ کے زیر سایہ اسی احاطہ میں مدفون ہیں۔ بقیع کے علاوہ شاید اتنی کثیر تعداد میں صحابہ کہیں مدفون نہ ہوں گے، البتہ کابل میں ایک احاطے کے اندر بہت سے اصحابِ رسولؐ اکھٹے ابدی نیند سو رہے ہیں جو فتح کابل کی جنگ میں شہید ہوئے۔

حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت کے ساٹھ سال بعد حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں جب وہاں ایک نہر کی کھدائی ہو رہی تھی تو کسی مزدور کی کدال حضرت امیرؓ کے پاؤں کے انگوٹھے پہ لگی تھی تو اس سے زندہ آدمی کی طرح خون کا فوارہ جاری ہوگیا تھا، گویا یہ بل احیاء ولکن لا تشعرون کی حسی مثال اللہ پاک نے اپنے بندوں کو دکھائی تھی، مگر ایسی بیسیوں شہادتوں کے باوجود مماتی لوگ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی برزخی زندگی کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور حیاۃ قبر کو ماننے کی توفیق دے۔

تیراندازوں کا ٹیلہ:

جنگ احد میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیس (۳۰) صحابہؓ کو تعینات کیا تھا کہ ہمیں فتح ہو

یا شکست تم نے یہ مورچہ نہیں چھوڑنا، پھر جب فتح ہوگئی تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ یہ حکمِ نبوی دوران جنگ کے لیے تھا، اب جنگ اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے، لہٰذا یہاں بیٹھے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، ہمیں بھی مال غنیمت سمیٹنے میں شریک ہونا چاہیے، وہ یہاں سے ہٹ کر غنیمت کو سمیٹنے میں مشغول ہوگئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو اس وقت کافروں کے ایک دستے کے سردار تھے، مورچہ خالی دیکھ کر ادھر سے حملہ کر دیا، اس طرح مسلمانوں کی جیتی ہوئی بازی ہار گئی اور ایک مرتبہ مسلمان شکست کھا گئے اور ستر مجاہد شہید ہوگئے، یہ ٹیلہ یہیں ''مشہدامیر'' کے بالکل قریب جانبِ جنوب ہے

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

شہرِ مدینہ:

مدینہ منورہ ایک متوسط درجے کا اچھا خاصا شہر ہے، اس کی آبادی تقریباً دس لاکھ ہے، شہر کے بیچ میں مسجد نبوی ہے جو فن تعمیر کا شاہکار ہے، اس کے چاروں طرف بڑی بلند و بالا عمارتیں کھڑی ہیں، جنہوں نے مسجد کے حسین منظر کو ڈھانپ رکھا ہے، صرف مغربی جانب کسی قدر کھلی ہے، مسجد کے دس عظیم الشان مینارے ان دیونما عمارتوں سے بھی زیادہ سربلند و سرفراز ہیں، انہوں نے مسجد کی شان کو گھٹنے نہیں دیا بلکہ اور دوبالا کر دیا ہے، مسجد کے دروازوں پر آبِ زر کی پالش کی ہوئی ہے، جن کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے، یہ حسین و جمیل مسجد اسامہ بن لادن کے مالی اور فنی تعاون سے تعمیر ہوئی ہے، لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اسامہ کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اسامہ بن لادن:

اسامہ سعودیہ کا شہری ہے، مگر امریکہ کے ایما پر اس کی شہریت تک منسوخ کر دی گئی ہے، صرف اس جرم میں کہ: ؏ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں سعودی حکومت جس طرح امریکہ کی غلام بے دام بنی ہوئی ہے اور سابق دور میں شاہ فہد اور حال میں شاہ عبداللہ نے جس طرح بش کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے اور جس طرح سعودیہ کا دفاع دشمن امریکہ کو ٹھیکے پر دیا ہوا ہے، اسامہ بن لادن اس کی مخالفت کرتا تھا اور ان حکمرانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا مشورہ دیتا تھا، امریکہ جو اسرائیل کا سرپرست اور محافظ ہے، اس سے بچ کر رہنے کی تلقین کرتا تھا، اسی جرم میں اسے اپنے ملک سے بدر کر کے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا گیا، اب کہتے ہیں کہ وہ دہشت گرد ہے۔ مان لیا وہ دہشت گرد ہے، مگر اس کی دہشت گردی کفریہ طاقتوں کے لیے ہے، تمہیں تو اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، بلکہ مقامات مقدسہ کی تعمیر و ترقی میں وہ تمہارے ساتھ مالی اور فنی تعاون کرتا تھا، مگر تم نے اسے بش کے کہنے پر ملک سے نکالا، اس کی شہریت ختم کی تو گویا خود تم نے

اسے دہشت گرد بنایا ہے اور ؏ خود کردہ را علاج نیست (یہ تحریر شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں لکھی گئی۔[خادم])

مشورہ:

اگر تمہیں خطرہ ہے کہ امریکہ ہم سے انتقام لے گا، یا وہ ہم پر حملہ کر دے گا، یا ہماری بادشاہت چھین لی جائے گی، تو جہاں تک حرمین کا تعلق ہے تو ان کے لیے تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، جس کے وہ گھر ہیں وہ ان کی حفاظت خود کرے گا، اگر وہ ماضی کے ابرہے سے اس کی حفاظت کر لیتا ہے تو حال کے ابرہے اور دورِ حاضر کے بش سے بھی ان کو بچالے گا، اگر تمہیں اپنی بادشاہت کا خطرہ ہے تو تم بلی کی طرح آنکھیں بند کرنے کی بجائے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کرو، کم سے کم دس لاکھ فوج تیار کرو اور کافروں سے ان کی ٹریننگ کرانے کی بجائے اسلامی ممالک سے اس کی سکھلائی کراؤ، زرِسیال اور زرِخشک اللہ پاک نے تمہیں بہت دے رکھا ہے، وہ امریکی اور برطانوی بینکوں میں رکھ کر کافروں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے اس سے ایک بین الاسلامی فوج تیار کرو، جس سے تم اپنا بھی تحفظ کرو اور عالم اسلام کا بھی دفاع کرو۔ یہی خدا کا حکم ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: **واعد وا لهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عد و الله وعدو كم** یعنی ان دشمنوں کے لیے جتنی قوت تیار کر سکتے ہو کرو۔ سابقہ زمانے میں گھوڑے تیار کیے جاتے تھے، اب بکتر بند گاڑیاں، ٹینک، میزائل، جہاز اور ایٹم بم تیار کرو! تمہیں جو خدا نے مرکزی مقام دیا ہے، خدام الحرمین بنایا ہے اور وسائل کی جو فروانی تمہیں عطا کی ہے، اس کے پیش نظر یہ کوئی مشکل یا ناممکن کام نہیں ہے، اگر سعودی باشندے اپنی سہولت پسندی راحت کوشی اور عیش پرستی کی وجہ سے فوج میں آنا نہیں چاہتے تو فوج اسلامی ممالک سے بھرتی کرلو! اگر چند دنیا پرست نوجوان انگریز کی دس دس روپیہ تنخواہ کے بدلے انگریزی فوج میں شامل ہو کر خانہ کعبہ پر گولیاں برسا سکتے ہیں اور فرانسیسی کمانڈ میں بیت المقدس پر چڑھائی کر سکتے ہیں تو اسی ملک میں ایسے مجاہدوں کی بھی کمی نہیں جو حرمین شریفین کے تحفظ کیلئے بھی اپنی جان بخوشی قربان کر سکتے ہیں۔

اگر سعودی حکمران خرچہ کریں تو ایک سال میں جدید ترین اسلحہ سے لیس بیس لاکھ فوج بآسانی تیار کرلیں، پھر سعودی حکمران اس سے اپنی بادشاہت کا بھی تحفظ کریں، مقامات مقدسہ کی بھی حفاظت کریں، بیت المقدس کو اسرائیلی غنڈوں سے تحفظ دیں، عالم اسلام کو امریکی اور برطانوی بدمعاشوں سے بچائیں، اس سے نہ صرف اپنا دفاع کریں، بلکہ خلیفہ اسلام کی طرح تمام اسلامی دنیا کا دفاع کریں، کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے ملک کو کفار کے رحم و کرم پہ نہ چھوڑیں، تو تم عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن اور امت مسلمہ کے سینوں کی ٹھنڈک بن جاؤ گے۔ ہر مسلمان اور ہر محمد عربی کا غلام تمہاری راہوں میں پلکیں بچھائے گا، تمہیں اپنا نجات دہندہ سمجھ کے تمہارے ہاتھوں پہ بیعت جہاد کرے گا، تم خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین بن جاؤ گے، اگر تم ایسا

کرلو اور تمہیں کرنا چاہیے تو عالم اسلام اس موجودہ ذلت اور بدبختی سے نکل سکے گا، عالم کفر پہ دہشت طاری ہوجائے گی اور وہ تمہارے اور مسلمانوں کے رحم وکرم پہ ہوگا۔ پھر ہم ان کو وعظ وتبلیغ بھی کرسکیں گے، پھر ہماری تبلیغ ان کے لیے موثر بھی ہوگی، مجبور ومحکوم لوگوں کی بات کوئی نہیں سنتا، سب ڈنڈے کے یار ہیں، چڑھتے سورج کے پرستار ہیں، تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا ہو اور تمہارے مقدر کا سورج نصف النہار پہ آجائے تو یہ بش اور اس کے سارے چیلے تمہیں سلامی دینے کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھیں گے، تمہارے تقرب کو یہ اپنے لیے ذریعۂ نجات قرار دیں گے

مسلم تو زمانے میں اللہ کا سپاہی ہے — اس محفل ارض کی شایاں تجھے شاہی ہے
سب کفر کی دنیا کو امریکہ و رشیا کو — مومن ترا اِک نعرہ پیغام تباہی ہے
یہ ارض وسما سارے ہیں تیری غلامی کو — خواہ چاند ستارے ہیں یا حور یا ماہی ہے
تہذیب نوی کے تو اثرات نہ لے ہرگز — ظاہر ہی منور ہے باطن میں سیاہی ہے
بش ہو کہ یا ہو گر بہ وقعت نہیں کچھ ان کی — گفتار کے مہمل ہیں کردار بھی واہی ہے
دنیا کے حسینوں سے مت دل تو لگا افضلؔ — ہر چیز مسافر ہے ہر شے یہاں راہی ہے

(جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

وفیات

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور درجہ تحفیظ، مولانا قاری محمد امین مدظلہم کی کلاس کے طالب علم محمد اشفاق [آف نوشہرہ جدید بہاول پور] کے ٹریفک حادثہ میں زخمی ہونے اور دو دن کومہ میں رہنے بعد شب جمعہ کو المناک شہادت پر ادارہ صفدر مرحوم کے والدین، اساتذہ، اقرباء اور احباب سے تعزیت عرض کرتا ہے، علاوہ ازیں

......تبلیغی جماعت کے عالمی امیر مولانا زبیر الحسن رحمہ اللہ

......شہیدِ ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ کے برادرِ مکرم

......مولانا فضلِ حق صاحب مدظلہ [ناظم ماہنامہ بینات] کی اہلیہ محترمہ

سمیت گزشتہ ماہ فوت ہونے والے اہلِ اسلام کے لیے قارئینِ صفدر سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

اللہ جل شانہ جملہ فوت شدگان کی مغفرت کاملہ فرما کر اپنے فضل وکرم سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، پس ماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا محبّ اللہ مدظلہم
خلیفہ مجاز: شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

حضرت خواجہؒ سے متعلق دس تأثرات

مع......اہمیت بیعت قرآن، حدیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں

......دوسری اور آخری قسط......

مفید مشورہ:

آج کل انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف قوی اسباب ہیں، جن کی وجہ سے انسان غلط کاموں میں مبتلا ہو کر گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے خالق و مالک ورازق جل جلالہ سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مبتلا ہو جاتا ہے، عبادات، ذکر اذکار، عمل وتقویٰ، سنت کا اتباع، احکام الٰہیہ پر چلنا، آخرت کی فکر کرنا، موت کے بعد ابدالآباد کی زندگی بنانا یہ تمام چیزیں انسان کے دل ودماغ سے نکل جاتی ہیں۔ وہ قوی اسباب جو گمراہی کا ذریعہ ہیں، کیا کیا ہیں؟ شیطان علیہ اللعنۃ، نفس امارہ (سرکش)، دنیا کی محبت، عصری تعلیم کا غلط ماحول، مخلوط تعلیم، بازار اور گاؤں میں بے پردہ بے حیا عورتیں، خواہشات کی پیروی، غلط ماحول، گانا بجانا، سرور سننا، ٹی وی دیکھنا، وی سی آر، کیبل، موبائل غلط استعمال کرنا، حرام کمانا، علماء کی بے احترامی کرنا، نیک لوگوں سے عداوت رکھنا، میڈیا وغیرہ وغیرہ۔ ان اسباب کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے۔ دین سے دوری ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی وغیرہ کو ناراض کر دیتا ہے اور شیطان علیہ اللعنت کو راضی کرتا ہے۔ دنیوی زندگی میں تلخی، معاشرہ میں جھگڑے، گھر میں بے اتفاقی اور گالیاں، مار پیٹ کا ہونا آخرت برباد ہونا ہے۔ ان قوی اسباب سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ دنیا کی آگ میں پانچ یا دس یا سو سال رہنا آسان ہے۔ جہنم کی آگ ستر گنا دنیا کی آگ سے سخت اور تیز ہے، ان گناہوں سے بچنے کا آسان اور کامیاب طریقہ جو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے اور بزرگوں کے تجربات سے اور ملفوظات سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ مرشد کامل سے بیعت کر لی جائے، اس کی ہدایت کے مطابق کچھ نہ کچھ ذکر کرنا، اس کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کے لیے کبھی کبھار حاضری دینا، اس کی توجہات سے فائدہ اٹھانا تاکہ اس کی صحبت سے دل میں عشق الٰہی آجائے، نورانیت مل جائے، عبادت کی توفیق، شیطان علیہ اللعنت سے نفرت ہو جائے، برے کاموں سے حفاظت آسانی کے ساتھ نصیب ہو جائے، بڑے بڑے حضرات کی زبان پر یہ شعر مشہور ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: ایک ساعت ولی اللہ کی صحبت سو سال بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔ یہ شعر ویسے ہی مشہور نہیں، اگر کسی کو یقین نہ ہو تو کم از کم تجربہ کر لے، ان شاء اللہ تعالیٰ خود اقرار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ، اگر ان کی صحبت میں فائدہ نہیں تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں اس کا حکم دیا کہ نیک لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ؟ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے گہرے زندہ دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ مرشد کامل گہرا دوست ہوتا ہے، اگر مرشد کامل جو مکمل متبع سنت ہے اس کی بیعت اور گہری دوستی سے مرید میں دین منتقل نہیں ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا کہ آدمی گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے؟ (سمجھ کی بات ہے) غور کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والے، ملاقات کرنے والے، ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے۔ مرشد کامل وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے مریدین سے محبت کرتا ہے، بیٹھتا ہے، ملاقات کرتا ہے، خرچ کرتا ہے۔ اگر مرید کو مرشد کامل کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں ملتی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کیوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والے کے لیے، اسی طرح بیٹھنے والے کے لیے، ملاقات کرنے والے کے لیے، خرچہ کرنے والے کے لیے؟؟ (غور کرنا چاہیے، اپنے آپ پر رحم کرنا چاہیے) ہماری گمراہی کے لیے کتنے زیادہ اور زبردست اسباب ہیں۔

ہم کوئی فکر نہیں کرتے، صرف ذکر کرنے سے کام نہیں بنتا، جب تک مرشد کامل کی صحبت نہ ہو، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ملفوظات کمالات اشرفیہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں بغیر صحبت شیخ کے۔ کیونکہ عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ بدوں شیخ کی صحبت کے خالص ذکر کام کرنے کے لیے کافی نہیں۔ صفحہ ۱۸۳

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو مقام ملا صحبت کی وجہ سے ملا نہ کہ مجاہدہ اور ذکر و اذکار سے۔ اگر چہ وہ مجاہدہ ذکر و اذکار بھی کرتے تھے۔ آج رسول اللہ ﷺ کی صحبت نہیں مل سکتی، رسول اللہ ﷺ کے نائب یعنی مرشد کامل تو ملتے ہیں۔ لیکن ملتے طلب کرنے سے ہیں۔ اگر ہم مرشد کامل کی صحبت اور بیعت اختیار نہیں کرتے تو ہمارا مرشد شیطان علیہ اللعنت ہوگا جیسا کہ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ: جس کا مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اس کی رہبری کرتا ہے، اور نورانی چالوں میں کرتا ہے۔ شیطان کی دو قسم کی چالیں ہیں: [۱] ظلمانی [۲] نورانی۔ نورانی چالیں زیادہ خطرناک ہیں۔ مرشد کامل کو پتہ چلتا ہے نورانی چالوں کا۔ اس لیے مرشد کامل کی بیعت اور صحبت بے انتہا ضروری ہے۔ مرشد کامل کے قلب میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ: یجعل له فرقانا یعنی

حق وباطل میں پہچان کرسکتا ہے۔

بندہ ناچیز کا مشورہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو روحانی مریض سمجھ کر مرشد کامل سے بیعت ہو جائیں، اس کی ہدایت کے مطابق کچھ نہ کچھ ذکر کریں، اس کی صحبت میں حاضری دیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک لوگوں کی صحبت اور رہبری نصیب فرمائے۔ اپنی رضامندی کے لیے۔ آمین یاارحم الراحمین۔

۳......شیخ کی رحلت کے بعد مرید کیا کرے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ یا یها الذین امنو اتقوا لله وکو نوامع الصادقین مقصد تقویٰ فرض ہے، نیک زندہ لوگوں کی صحبت بھی فرض ہے جس کی وجہ سے تقویٰ آسان ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مرشد کامل کی صحبت سے تقویٰ آسان ہو جاتا ہے۔ اصلاح ہوتی رہتی ہے، لیکن انتقال سے صحبت اور اصلاح ختم ہو جاتی ہے، اصلاحِ نفس زندہ مرشد سے ہوتی ہے، اس لیے مرشد کے انتقال کے بعد خلفاء کے علاوہ سب مریدین کو تجدید بیعت کرنی چاہیے تا کہ منزل مقصود تک پہنچا جاسکے۔ اعزازی خلافت والوں کو بھی تجدید بیعت کرنی چاہیے۔

حدیث شریف میں المرأ علی دین خلیله ۔ یعنی آدمی اپنے (گہرے زندہ) دوست کے دین پر ہوتا ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اصول تصوف میں لکھتے ہیں کہ: مرشد کے انتقال کے بعد تجدید بیعت کرنی چاہیے، لیکن تجدید بیعت کس سے؟ دو شرائط ضروری ہیں: [۱] مرشد کامل متبع سنت ہو۔ [۲] ان کے ساتھ دل کا لگاؤ اور محبت بھی ہو۔ پھر جہاں دل چاہے کرسکتا ہے۔

٤......حضرتِ خواجہؒ اوراتباعِ سنت:

ایک مرتبہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ کہ میرے وضو میں لاعلمی کی وجہ سے ایک مستحب عمل چالیس سال سے رہ گیا ہے۔ اس کے بعد چالیس سال کی نمازیں دوبارہ پڑھیں (دہرائیں)۔ اس کے بعد حضرتؒ کے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ آج کل ہمارے علماء کرام نماز میں سنت قرأت نہیں پڑھتے۔

٥......حضرت خواجہؒ کی خاموشی:

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ زیادہ تر خاموش رہتے تھے، لیکن اتنی خاموشی کے باوجود دین کے مختلف شعبوں میں یکساں کام چلاتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا: ''حضرت! آپ کچھ گفتگو فرمائیں تو ہم سامعین فائدہ اٹھائیں۔'' حضرت نے فرمایا: ''جس شخص نے میری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ میری گفتگو سے بھی فائدہ نہیں اٹھاسکے گا۔''

حضرت نوراللہ مرقدہٗ اپنی توجہ سے لوگوں کے دلوں کو منور اور روشن فرماتے تھے۔اور تصفیہ باطن کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا: مَـہ مَـہ (ایسا نہ کریں) ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اس زبان کی وجہ سے میں ہلاکتوں میں مبتلا ہو گیا ہوں۔مشکوٰۃ شریف۔عبرت کی بات ہے کہ: یہ کون شخص تھا؟ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد اول نمبر پر جنت والا تھا۔زمانہ صحابہ کا تھا، ماحول صحابہ کا تھا، ان کے ماحول میں ہلاکت والی باتیں کس طرح ہو سکتی تھیں؟ پھر بھی زبان کو کھینچ کھینچ کر افسوس کرتے ہیں۔اور ایک ہم ہیں، گناہوں کے مجسمے، غفلت والے، زمانہ پندرھویں صدی کا ہے، بگڑا ہوا ماحول، ہر شخص خود انصاف کرے کہ خاموشی کتنی ضروری ہے۔من صمت فقد نجا جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔

٦......حضرت خواجہ اور تحفظ ختم نبوت:

حضرت خواجہ صاحبؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (پوری دنیا) کے امیر تھے۔ان کی نگرانی میں ختم نبوت کے بارے میں مختلف ترقیات حاصل ہوئیں۔رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جتنے غزوات آئے سب میں دو سو اور تین سو کے درمیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے ہیں۔لیکن ختم نبوت کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔حضرت نور اللہ مرقدہ ۵/اپریل ۱۹۵۳ء کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے، بلکہ اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا، پھر ۱۱/اگست کو سنٹرل جیل لاہور منتقل کر دیئے گئے۔حضرت نور اللہ مرقدہ ۱۹۵۳ء کی تحریک سے لے کر آخری دم تک تحفظ ختم نبوت کے لیے دن رات کوشاں رہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خدمت دین میں قبولت نصیب فرمادے۔آمین یاارحم الرحمین۔

۷......حضرت خواجہؒ اور خانقاہ شریف:

خانقاہ سے اصل مقصود وصول الی اللہ ہے، تزکیہ نفس، باطنی ترقیات، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر آسانی کے ساتھ عمل کرنا، رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر شوق وجذبہ محبت کے ساتھ چلنا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضامندی، جنت الفردوس کا حاصل کرنا اور شیطان علیہ اللعنت کے تسلط اور دوزخ کی آگ سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ شریف میں یہ تمام مقاصد بغیر مجاہدہ، ریاضت، مشقت کے حاصل ہو جاتے تھے۔اللہ تعالی اس خانقاہ شریف کو تادیر قائم و آباد رکھے۔آمین یاارحم الراحمین۔

اس کے علاوہ اس خانقاہ شریف کے اندر ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ آنے والے مریدین متعلقین مہمانوں کے لیے کسی چیز کی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔یعنی کھانے، پینے، بستر، کمرے وغیرہ کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی، بلکہ ہر شخص کو یہ آزادی ہوتی تھی کہ جتنے دن رہنا پسند کریں رہیں، چاہے دس دن، ایک

مہینہ، چالیس دن یا زندگی بھر رہنا ہوتو کوئی پوچھ گچھ سوال جواب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ شریف کو اسی طرح آباد و کامیاب رکھے۔ قبولیت کے ساتھ آسانی کے ساتھ لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے جنت حاصل کرنے کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے۔ آمین یا ارحم الرحمین۔

۸......حضرت خواجہ کے انتقال پر آسمان کا رونا:

۵ رمئی ۲۰۱۰ء کو بعد از مغرب روح مبارک پرواز ہوئی۔ ۲۱ رجمادی الثانی، جمعرات ۱۴۳۱ھ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کے انتقال سے پہلے کہیں بارش نہیں تھی، مگر انتقال کے بعد ملک کے مختلف کونوں سے اطلاع آئی کہ بارش ہو رہی ہے۔ بزرگوں کے انتقال پر آسمان و زمین کا رونا قرآن پاک کی آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

۹......جب کوئی مصیبت آجائے تو کیا کِیا جائے؟

بڑی مصیبت (جیسے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال) میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: وبشر الصابرین۔ یعنی صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔ اب صبر کرنے والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون o** یعنی صابرین وہ لوگ ہیں جو مصیبت کے وقت یہ کلمات پڑھتے ہیں۔ (انا للہ سے آخر تک) اب خوشخبری کیا ہے؟ قرآن پاک میں **اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمة وأولئک ھم المھتدون o** یعنی ان کے لیے تین انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں: [۱] عمومی رحمتیں [۲] خصوصی رحمتیں [۳] یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (اللہ اکبر) یہ بہت بڑے انعامات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس نے مصیبت کے وقت یہ کلمات پڑھے: **انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منھا** (مشکوٰۃ شریف۔ جلالین شریف) تو اللہ تعالیٰ نعم البدل نصیب فرمائیں گے''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میرے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو میں نے یہ کلمات پڑھے۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائیں گے لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ابو سلمہ سے بھی کوئی شخص بہتر ہوگا؟ ان کلمات کی برکت سے میرا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔ خلاصہ ہمارے مرشد نور اللہ مرقدہٗ کا نعم البدل ملنا اگرچہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۰......گھریلو یا ذاتی پریشانیوں اور مصائب کا علاج:

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سے جب مریدین یا متعلقین اپنی گھریلو یا ذاتی پریشانیوں اور مصائب کا ذکر کرتے تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ جواب میں فرماتے تھے کہ: **لاحول ولاقوة الاباللہ** کثرت سے پڑھا کرو۔

سخت بیماریوں اور مصائب کا یقینی علاج:

اکثر لوگ بہت سی مصیبتوں و پریشانیوں میں مبتلا ہیں مثلاً :[۱] سکون نہ ہونا یا پریشان رہنا۔ [۲] بلڈ پریشر، دل کی بیماریوں اور بہت سے دوسرے امراض میں مبتلا ہونا۔ [۳] رزق کی تنگی ہونا۔ [۴] کاروبار میں مشکلات اور مصائب کا پیش آنا۔ [۵] نکاح نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہونا ،مرد ہو یا عورت۔[۶] قرض کی وجہ سے پریشان ہونا (خود مقروض ہو یا دوسروں پر اس کا قرض ہو)۔[۷] کاروبار یا پڑھائی میں دل نہ لگنا۔[۸] غصہ کا غلبہ ہونا۔[۹] ماں، باپ، بھائی،عزیز و اقارب وغیرہ سے نفرت ہونا۔ [۱۰] گناہوں سے نفرت نہ ہونا۔ [۱۱] دین کی طرف رغبت نہ ہونا۔ [۱۲] جادو یا نظر بد کا اندیشہ ہونا۔ [۱۳] غلط ماحول سے پریشان ہونا۔[۱۴] دین میں سکون و نورانیت کا نہ ہونا۔[۱۵] شیطانی وساوس اور غیر مفید خیالات زندگی سے اتنا بیزار ہونا کہ خودکشی کی طرف طبیعت مائل ہو جائے۔وغیرہ وغیرہ۔

اس کا اکسیر اور مجرب علاج "**لاحول ولاقوۃ الا باللہ.**" ہے۔تفسیر نبوی ﷺ: ''نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے قوت اللہ کی اطاعت کی مگر اللہ کی مدد سے''۔

۱......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** ننانوے آفات کے لیے علاج ہے۔جس میں سب سے چھوٹی آفت پریشانی ہے۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۲)

بندہ ناچیز کامشورہ:

بندہ ناچیز کا مشورہ یہ ہے کہ ہم نے زبان سے دنیا کا بہت ذکر کیا، دنیا کے کاموں کو بہت وقت دیا، خواہشات میں اپنے آپ کو بوڑھا کر لیا، آج **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** پڑھنے کے لیے ۲۴ گھنٹوں میں ۲۰/۲۰ منٹ فارغ کر لیں۔۴۱ دن تک۔ان شاء اللہ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کر کے کتنا نقصان اٹھایا، پھر احساس ہوگا کہ پہلے میں دنیا کے کاموں کو کام سمجھتا تھا، ذکر الٰہی کو کام نہیں سمجھتا تھا، اُن کے لیے وقت ملتا تھا، ذکر کے لیے وقت نہیں تھا۔اصل کام تو ہے ہی یہی۔۴۱ دن کے بعد آپ ذاکر بن جائیں گے ان شاء اللہ۔اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کے بارے میں کثرت سے کرنے کا حکم نہیں کیا، لیکن ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاذکروا اللہ ذکرا کثیرا یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔تھوڑا ذکر کرنا منافق کی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لایذکرون اللہ الا قلیلا** یعنی منافقین ذکر کم کرتے ہیں۔موت آنے سے پہلے اس بارے میں سوچ لینے میں اپنا فائدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ذکرِ کثیر کی توفیق نصیب کرے۔آمین

۲......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب بندہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے

جواب میں فرماتا ہے کہ: وہ تابعدار بن گیا اور اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۲)

۳......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: لاحول ولاقوۃ الاباللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۲۰۱)

گناہ سے پرہیز اور عبادت کرنا جنت کے خزانوں میں سے ہے اور لاحول ولاقوۃ الاباللہ کے بکثرت پڑھنے سے گناہوں سے بچنے اور عبادت کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔

۴......عوف ابن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہوں، ایک میرا لڑکا کفار نے اغوا کر لیا ہے اور دوسرا رزق کی بہت زیادہ تنگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وصیتیں فرمائیں: ایک تقویٰ اختیار کرو۔ دوسرا لاحول ولاقوۃ الاباللہ کثرت سے (۵۰۰ مرتبہ) پڑھا کرو! انہوں نے دونوں کام شروع کر دیئے، وہ اپنے گھر ہی میں تھے کہ ان کا لڑکا واپس آ گیا اور اپنے ساتھ سو اونٹ بھی لے کر آیا۔ اس طرح دونوں مصیبتیں ختم ہو گئیں۔[معارف القرآن صفحہ ۴۸۸ جلد ۸]

پڑھنے کا طریقہ:

لاحول ولاقوۃ الاباللہ روزانہ ۵۰۰/مرتبہ پڑھیں اور اس کے اول ۱۰۰/مرتبہ اور آخر ۱۰۰/مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اگر مشکل ہو تو درود شریف اول و آخر پانچ پانچ مرتبہ بھی کافی ہے۔ درود شریف جو بھی یاد ہو پڑھ لیں یا یہ درود شریف پڑھیں: **اللھم صلی علی سیدنا محمدٍ وعلی اٰل سیدنا محمدٍ وبارک وسلم علیہ** . یہ عمل ۴۱/دن بلا ناغہ کرنا ہے۔ اگر کسی دن ناغہ ہو جائے تو دوسرے دن ڈبل (دوگنا) پڑھے۔ ایک نشست میں زیادہ بہتر ہے، مگر ضروری نہیں۔ وضو بھی ضروری نہیں۔ عورت ماہواری کے ایام میں بھی پڑھ سکتی ہے۔ اس کے بعد اگر اس کلام کی برکت سے اپنی حاجات کے لیے دعا کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ جب ۴۱/دن پورے ہو جائیں اور بہت زیادہ دینی اور دنیاوی فائدہ محسوس ہو تو اپنے شرعی پیر سے اجازت لے کر اسے مستقل پڑھا کرے۔ آپ اسے باآسانی ۱۵/سے ۲۰/منٹ میں پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا کامل تعلق نصیب کرے۔(آمین)

☆☆☆☆

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

سیدنا صدیقِ اکبرؓ......آیتِ غار کی روشنی میں

حضرت نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے موقع پر ۲۷/صفر المظفر یکم ہجری بروز جمعرات مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے، تین روز تک غارِ ثور میں رہے، یکم ربیع الاول بروز سوموار غارِ ثور سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۸/ربیع الاول بروز سوموار قباء (مدینہ منورہ) پہنچے۔ آیتِ غار میں چونکہ متنوع پہلو اور متعدد انداز میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی فضیلت اور عجیب شان سے ان کی رفاقت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس لیے پہلے آیت غار مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے، بعد میں اس کے لطائف ونکات اختصاراً پیش کیے جائیں گے۔

''اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ الآیۃ'' (سورۃ توبہ آیت ۴۰)

یعنی اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے، کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا، جب وہ دونوں تھے غار میں، جب کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں الخ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس آیت میں متعدد پہلو سے حضرت سیدنا صدیقؓ کی فضیلت پر روشنی پڑتی ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کا سفرِ ہجرت کفار کی ایذاء سے بچنے کے لیے تھا اور اس اندیشہ سے ہجرت تھی کہ کہیں کفار آپ ﷺ کو قتل کرنے کا اقدام نہ کریں، اگر آپ ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کے ایمان واخلاص میں معمولی سا شک بھی ہوتا تب بھی آپ ﷺ ان کو اپنے ہمراہ نہ لے جاتے، کیونکہ اس صورت میں خطرہ تھا کہ کہیں حضرت ابوبکرؓ دشمنوں کو اطلاع نہ کر دیں یا خود نہ قتل کر دیں، جب حضرت ابوبکرؓ کو اور صرف حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے گئے تو یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا ظاہر وباطن ایک تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کے دل وجان سے وفادار اور جاں نثار تھے۔

☆ ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی، اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس مخلص صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد موجود تھی، ان میں آنحضرت ﷺ کے قریبی رشتہ دار بھی تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا اس پر خطر سفر میں

حضور ﷺ کی صحبت و معیت کے لیے حضرت ابوبکرؓ کو مخصوص کرنا حضرت ابوبکرؓ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام ''ثانی اثنین'' رکھا ہے اور علماء نے ثابت کیا ہے کہ اکثر دینی مناصب میں حضرت ابوبکرؓ ہی آنحضرت ﷺ کے ثانی رہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت دی، حضرت ابوبکرؓ اسلام قبول فرمانے کے بعد خود میدانِ دعوت میں اترے اور حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور وہ انہیں آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اس طرح دعوت الی اللہ میں حضرت ابوبکرؓ ثانی اثنین ٹھہرے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ جب بھی کسی غزوہ میں جہاں بھی تھے حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کی خدمت میں ہی رہے اور ایک لحہ کو بھی جدا نہ ہوئے اس طرح مجلس میں بھی وہ ثانی اثنین ٹھہرے۔ اسی طرح جب آنحضرت ﷺ بیمار ہوئے تو لوگوں کو نماز پڑھانے میں بھی حضرت ابوبکرؓ ہی ثانی اثنین ٹھہرے، اور جب آنحضرت ﷺ کی رحلت ہوئی تو آنحضرت ﷺ کے پہلو میں ہی حضرت ابوبکرؓ مدفون ہوئے تو یہاں بھی ثانی اثنین ٹھہرے۔

☆ جب غار میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کے لیے غمگین ہوئے تو حضرت ﷺ نے فرمایا ''ما ظنك باثنين الله ثالثهما '' (ان دو آدمیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟) یہ حضرت ابوبکرؓ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا وصف بیان فرمایا کہ وہ ''رسول اللہ ﷺ کے صاحب'' ہیں، یہ بھی کمالِ فضل ہے، حسین بن فضیل البَجلی فرماتے ہیں من انكر ان يكون ابوبكر صاحب رسول اللہ ﷺ كافراً جو ابوبکر کو صحابی نہ مانے وہ کافر ہے اس لیے کہ امت اس بات پر متفق ہے کہ اذ يقول لصاحبه سے حضرت ابوبکرؓ مراد ہیں۔

☆ آیت میں ہے لا تحزن اللہ معنا (آپ غم نہ کریں بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے) اور یہاں معیت (ساتھ ہونے) سے مراد حفاظت اور نصرت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معیتِ خداوندی میں اپنے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کو بھی شامل فرمایا یہ بہت بڑی فضیلت ہے، نیز حضرت ابوبکرؓ کو جس طرح ثانی اثنین فی الغار ہونے کا شرف حاصل ہے اسی طرح ثانی اثنین فی المعیت کی فضیلت بھی حاصل ہے۔

☆ آیت میں لا تحزن فرمایا لا تخف نہیں فرمایا معلوم ہوا حضرت ابوبکرؓ کو حضور ﷺ کی فکر تھی اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

☆ حضرت ابوبکرؓ نے غار میں داخل ہو کر اپنے ہاتھوں سے صفائی کی تاکہ کوئی نقصان دہ چیز حضور ﷺ کو ایذاء نہ پہنچائے اور اپنے کپڑے سے تمام سوراخ بند کر دیے اور ایک سوراخ میں اپنی ایڑی دے

دی۔ یہ محبت کی انتہاء ہے۔

☆ فانزل الله سكينته عليه (اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین حضرت ابوبکرؓ پر نازل فرمائی) حضرت امام رازیؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ پر ہی تسکین کا نزول فرمایا کیونکہ آنحضرت ﷺ تو پہلے ہی پر سکون تھے۔ یہ بھی حضرت ابوبکرؓ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

☆ حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ بھی اعزاز ہے کہ ان کے خاندان کو بھی ہجرت کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی خدمت کا بھرپور موقع میسر آیا۔ کھانا حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ لایا کرتے تھے سفرِ ہجرت کے لیے دونوں سواریاں حضرت ابوبکرؓ کی خریدی ہوئی تھیں اور بعض خدمات سے آپؓ کا غلام بھی بہرور ہوا۔

☆ جس وقت آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکرؓ تھے، انصار نے آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا مزید یہ کہ بالفرض اگر اس سفر میں آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو جاتا تو ابوبکرؓ ہی آپ کے قائم مقام ہوتے، اور دورانِ سفر جو وحی نازل ہوئی وہ صرف آپؓ کے ہی واسطہ سے امت تک پہنچتی۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

[یہ تمام نکات تفسیر کبیر جلد ۱۶/ص ۵۲، ۵۳، ۵۴ سے میں نے نقل کیے ہیں۔]

آخر میں ایک ایمان افروز واقعہ بھی مضمون کی مناسبت سے پیشِ خدمت ہے

حضرت امام رازیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ایک انگوٹھی دی اور فرمایا کہ اس پر لا اله الا الله نقش کروالاؤ، حضرت ابوبکرؓ نے نقاش سے فرمایا اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله کندہ کردو، چنانچہ اس نے انگوٹھی پر لا اله الا الله محمد رسول الله کا ہی نقش بنا دیا، مگر جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے انگوٹھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصديق لکھا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا ابا بکر ما هذه الزوائد؟ (یہ اضافہ کس طرح ہوا) حضرت ابوبکرؓ نے جواباً فرمایا یا رسول الله ما رضيت ان افرق اسمك عن اسم الله (یا رسول اللہ مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ آپ کا نام اللہ کے نام سے علیحدہ کروں) البتہ ابوبکر الصديق میں نے نہیں لکھوایا اور حضرت ابوبکرؓ شرمندہ ہو گئے، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا یا رسول اللہ ابوبکرؓ الصدیق میں نے لکھا ہے لانه ما رضى ان يفرق اسمك عن اسم الله فما رضى الله ان يفرق اسمه عن اسمك (جب ابوبکر اس بات پر راضی نہیں کہ آپ ﷺ کا نام اللہ کے نام سے جدا کیا جائے تو اللہ بھی اس پر راضی نہیں کہ ابوبکرؓ کا نام آپ کے نام سے جدا کیا جائے۔ (تفسیر کبیر، جلد: ۱/ص: ۱۴۱)

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

لقب صدّیق بن جائے صداقت، ہو تو ایسی ہو
مزار و غار کے ساتھی رفاقت ہو تو ایسی ہو

مرے سرکارؐ کا روضہ، جو جنت سے بھی اعلیٰ ہے
تری بیٹی کا گھر ہے وہ، کرامت ہو تو ایسی ہو

تری پاکیزہ بیٹی پر غلط تہمت لگی جس دم
خدا نے خود صفائی دی، برأت ہو تو ایسی ہو

رسول اللہؐ تیرے گھر میں دلہا بن کے آئے تھے
گھرانے ہوں تو ایسے ہوں قرابت ہو تو ایسی ہو

شبِ ہجرت ترے در پر مرے آقاؐ نے دستک دی
کسی کے صدقِ ایماں پر شہادت ہو تو ایسی ہو

اٹھایا اپنے کاندھوں پر، ہے سردارِ دوعالم کو
خدا کی اُس امانت کی حفاظت ہو تو ایسی ہو

بتا منظر اے غارِ ثور! دیوانے کی نظروں کا
کہ تھے محبوب جھولی میں، زیارت ہو تو ایسی ہو

خدا کی راہ میں قربان کر ڈالا ہے تن من دھن
بدن پر ٹاٹ اوڑھا ہے سخاوت ہو تو ایسی ہو

نبیؐ کے بعد سب اصحابؓ نے قائد تمھیں مانا
عمرؓ بیعت علیؓ بیعت، خلافت ہو تو ایسی ہو

اے عبّاسی! غلامی کر نبیؐ کے سب صحابہؓ کی
اسی رَہ میں کٹے گردن سعادت ہو تو ایسی ہو

مولانا مفتی رب نواز

تحفہ حنفیہ میں ضعیف روایات

سینے پر ہاتھ باندھنے......کی روایت

داؤد ارشد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''صحیح حدیث میں نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں...... میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی تو آپ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھتے تھے۔ صحیح ابن خزیمہ ص ۲۴۳ ج:۱، رقم الحدیث ۴۷۹'' (تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۲۲)

اس روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے عبدالرؤف سندھو صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سیئ الحفظ ہے جیسا ابن حجر نے تقریب (۲/۲۹۰) میں کہا ہے۔ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا کہ یہ حافظ عالم ہے، مگر غلطیاں کرتا ہے۔ میزان ۴/ ۲۲۸'' (القول المقبول صفحہ ۳۴۰ طبع چہارم)

سندھو صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے، جو بہت غلطیاں کرتا ہے جیسا کہ متعدد کبار ائمہ نے کہا ہے۔'' (القول المقبول صفحہ ۵۳۱)

یہ روایت خود داود ارشد صاحب کے اصولوں کے مطابق بھی ضعیف کہلانے کا حق رکھتی ہے، داود صاحب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترکِ رفع یدین کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ اسے بیان کرنے میں عاصم منفرد ہے اور امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ جب عاصم منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا...... دوسرا اعتراض اس پر یہ ہے کہ اس روایت کو امام سفیان نے مختصر کیا ہے...... تیسرا اعتراض اس پر یہ ہے کہ امام سفیان ثوری گو ثقہ وثبت ہیں، مگر مدلس ہیں۔''

(حدیث اور اہل تقلید جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)

داؤد صاحب نے عاصم بن کلیب پر اپنی دوسری کتاب دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۷۳، ۲۷۷، ۳۹۰ میں

بھی جرح کی ہے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو داؤد صاحب نے ''صحیح'' قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند میں عاصم بن کلیب ہے اور سفیان ثوری کا عنعنہ (تدلیس) بھی ہے جن کی بنیاد پر انہوں نے ترکِ رفعِ یدین کی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

تنبیہ(۱): سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث وائل رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دینے والے آلِ غیر مقلدیت کی ایک طویل فہرست ہمارے پاس ہے چونکہ یہ روایت خود داود صاحب کے اصول کے مطابق بھی ضعیف ہے اس لئے دیگر آلِ غیر مقلدیت کے حوالے پیش کرنے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

تنبیہ(۲): داود صاحب نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت ہلب طائی والی بھی پیش کی ہے، اس کی سند بھی ضعیف ہے۔(القول المقبول صفحہ ۳۴۱ حاشیہ صلوۃ الرسول لقمان سلفی صفحہ ۱۱۵)

اہلحدیث کی فضیلت

داؤد ارشد صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس جب کوئی نوجوان طلبِ حدیث کے لئے جاتا تو فرماتے: ''تمہیں رسول اللہ ﷺ کی وصیت مبارک ہو، ہمیں آنخضرت ﷺ نے حکم دے رکھا ہے کہ ہم تمہارے لئے اپنی مجالس میں کشادگی کریں اور تمہیں احادیث سمجھائیں، تم ہی ہمارے خلفاء ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہل حدیث ہو۔ شرف اصحاب الحدیث صفحہ ۱۲ سند ضعیف ہے۔''(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۲۵)

داؤد ارشد صاحب نے جب اس کی سند کو ضعیف مان لیا ہے تو ہمیں کچھ نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

قربانی کے چار دنوں......کی روایت

داؤد ارشد صاحب مسند احمد وغیرہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایام التشریق ذبح (قربانی) کے دن ہیں''(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۱۶)

غیر مقلدین کے ''محدث العصر'' حافظ زبیر علی زئی صاحب مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے، لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔''(توضیح الاحکام، جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

علی زئی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''مسند احمد والی روایت واقعی منقطع ہے''(حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۷۷)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔'' (اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۸۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''یاد رہے کہ مسند احمد میں موجود یہ حدیث: ''کل ایام التشریق ذبح :ایام تشریق (۱۱،۱۲،۱۳ ذوالحجہ) سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں۔انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے''

(ماہنامہ السنہ جہلم شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۳۵)

ظہیر صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''منقطع پر وہی عمل کرتا ہے جو خود منقطع ہو'' (تسہیل الوصول صفحہ ۲۱۲)

علی زئی صاحب اور ظہیر صاحب دونوں کے اصول کے مطابق مذکورہ روایت اور اس سے استدلال کرنے والے داؤد ارشد صاحب وغیرہ ضعیف و منقطع ہیں۔

اعتکاف صرف جامع مسجد میں......کی روایت

داؤد ارشد صاحب ابوداؤد، دارقطنی اور بیہقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حدیث میں آیا ہے کہ: **لا اعتکاف الا فی مسجد جامع** ''یعنی اعتکاف نہیں مگر جامع مسجد میں'' (تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۲۰)

غیر مقلدین کے مقتدر مصنف زبیر علی زئی صاحب نے مذکورہ روایت پر جرح کرتے ہوئے آخر میں لکھا:

''خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بلحاظ اصول حدیث و بلحاظ سند ضعیف ہے،لہٰذا مردود ہے۔''

(توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

داؤد ارشد صاحب کو جب مسلک کی حمایت مطلوب ہوتی ہے تو ضعیف روایات درج کرتے جاتے ہیں اور جب مخالف سے بحث ہوتی ہے تو یہ کہنا شروع کردیتے ہیں۔

''بلاشبہ قراءت شاذ اور ضعیف احادیث حجتِ شرعی نہیں کیونکہ شاذ قرأت نہ قرآن ہے اور ضعیف احادیث فرمانِ مصطفیٰ نہیں ہے۔'' (تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۹۷)

تنبیہ: تحفہ حنفیہ کتاب میں اور بھی کافی ضعیف روایات موجود ہیں،مگر ہم نے بطور نمونہ ان چند روایات کو نقل کیا،جن کے ضعیف ہونے پر خود غیر مقلدین کی گواہیاں ثابت ہیں۔

☆......☆......☆......☆

خادم اہل سنت حمزہ احسانی

ٹی وی چینل......اور......حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

بندہ کے جدامجد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہر قسم کی تصویر کے بارے میں عدمِ جواز کا تھا، چاہے وہ کوئی بھی صورت ہو، قدیم طریقہ کار ہو یا جدید، عام کیمرہ سے ہو یا ڈیجیٹل سے، کمپیوٹر کی سکرین پر ہو یا موبائل کی، کاغذ پر ہو یا کپڑے پر، غرضیکہ ہر صورت کو وہ ناجائز سمجھتے اور قرار دیتے تھے، اسی وجہ سے آپ ''علماء ٹی وی چینل'' کے حق میں نہیں تھے اور اُسے سراسر ناجائز اور حرام سمجھتے تھے اور آخر تک آپ رحمہ اللہ اپنے اس موقف پر مضبوطی سے قائم رہے، اس کی تفصیل ہم نے چند سال قبل ۱۴۲۹ھ میں مجلّہ ''المصطفیٰ'' بہاول پور کے شمارہ ۱۲ (ذوالقعدہ، ذوالحجہ) میں شائع کی تھی، اُس میں خادم کا ایک مضمون ''T.V چینل کے بارہ میں اِمام اہل سنت رحمہ اللہ کا موقف'' شائع ہوا تھا، جس میں اس کی وضاحت کی گئی تھی، نیز حضرت رحمہ اللہ سے اس بارے میں کیے گئے ایک سوال اور اُس کا جواب بھی شائع ہوا تھا، معمولی ترمیم کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔[خادم،حمزہ]

گزشتہ چند ماہ سے بعض علماء کرام کی طرف سے یہ بات بڑے زور وشور سے سامنے آرہی ہے کہ ملکی اور عالمی سطح پر الیکٹرانک میڈیا بالخصوص ٹی وی چینلز کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں اور اسلام کی حقیقی روح کو مسخ کر کے اسلام کے سراسر منافی احکام کو عین اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور نہایت ہی زہریلے انداز سے یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا کہ اسلام تو امن کا مذہب ہے، لیکن موجودہ مسلمان دہشت گرد ہیں، جو اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں، بلکہ انہوں نے اپنا اسلام گھڑ لیا ہے، صحیح اور اصلی اسلام وہی ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں، (العیاذ باللہ) علماء دین اسلام کی اصلیت سے بے خبر ہیں۔اس پروپیگنڈے کے مؤثر جواب کیلئے ایک عدد اسلامی چینل کا وجود نہایت ہی ضروری اور وقت کا اہم ترین تقاضا ہے، تاکہ ان کے زہر آلود پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا جا سکے، اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع احسن انداز میں ہو سکے۔وہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ایک کثیر عوامی حلقہ ایسا ہے جو صرف اور صرف الیکٹرانک میڈیا تک محدود ہے، پرنٹ میڈیا (مدارس سے جاری ہونے والے اخبارات ومجلّات) کا اول تو ان تک پہنچنا ہی ناممکن ہے اور اگر کسی ذریعہ سے پہنچ بھی جائیں تو وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ اس کو بھی مدارس کے فنڈز کی ایک مہم شمار کرتے ہیں جس کی بنا پر علماء کرام کا یہ طبقہ اسلامی ٹی وی چینل کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ اسے وقت کی اہم

ترین ضرورت قرار دیتا ہے، ان میں سے بھی کچھ تو اسے اصلاً جائز قرار دیتے ہیں، اُن کے نزدیک سکرین پر نظر آنے والی تصویر پر شرعی تصویر کا حکم لاگو نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اسے بطریق اولیٰ جائز سمجھتے ہیں کہ اسلامی ٹی وی چینل ہو، جبکہ بعض اسے اصلاً تو جائز قرار نہیں دیتے لیکن ضرورتاً جائز قرار دیتے ہیں کہ دشمن اسے بطورِ ہتھیار استعمال کر رہا ہے، لہٰذا دفاع اور جوابی وار کیلئے اسی ہتھیار کا استعمال جائز ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ (جمہور) اسے سراسر ناجائز اور حرام سمجھتا ہے، ان کے نزدیک نہ اصلاً جائز ہے نہ ضرورتاً، کیونکہ انکے نزدیک سکرین پر نظر آنے والی تصویر پر تصویرِ شرعی کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ [۱] اس سے تصویر کے تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں [۲] عرف میں اسے تصویر ہی کہا جاتا ہے اور تصویر کی حرمت پر اتفاق ہے اور پھر اسکی قباحتیں اس قدر ہیں کہ اگر ایک فیصد نفع کی امید ہے تو ننانوے فیصد نقصان کا اندیشہ بلکہ یقین ہے۔ لہٰذا اکابر اہل سنت، علماء کرام اور مفتیان عظام نے اُن علماء کے اس مؤقف کی پرزور تردید کی ہے اور عوام الناس کو اس سے بچنے کی بھرپور تلقین کی ہے۔

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا موقف اور حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ کی غلط فہمی:

اسی دوران حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ کا ایک مضمون **''بڑے لوگ''** کے عنوان سے ملک کے کثیر الاشاعت اسلامی جریدہ ہفت روزہ **''ضربِ مومن''** کی جلد ۱۲ر کے شمارہ نمبر ۲۵ر میں شائع ہوا جس میں مولانا شیخوپوری شہید رحمہ اللہ نے امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ:

> ''ایک دوست نے (حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سے) میڈیا کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے ذریعے گمراہی پھیلائی جارہی ہے۔ قادیانیت کی دعوت کے لیے بھی اس کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ جو نام نہاد علماء ٹی وی پر آتے ہیں وہ ملا جلا اسلام پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں، نئی نسل علماء سے بدظن ہو رہی ہے۔ اس لیے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ علماء حق کو ٹی وی پر آ کر اپنا موقف بیان کرنا چاہیے۔ آپ کی اس بارہ میں کیا رائے ہے؟....سوال خاصا طویل تھا مگر حضرت کا جواب بہت مختصر تھا۔ فرمایا: ''اگر بڑے حضرات مثلاً مفتی تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی اور ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر وغیرہ اس بات کی اجازت دیتے ہیں تو میں بھی اجازت دیتا ہوں''۔ (حضرت کا یہ جواب ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہے)''

مولانا موصوف کی اس تحریر نے نہ صرف بندہ کو چونکا دیا بلکہ اس سے ملک بھر میں حضرتؒ کے ہزاروں مریدین اور لاکھوں معتقدین میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی کہ حضرت نے اپنی تحاریر وتقاریر میں اسے قطعاً حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، اور اس بارہ میں حضرت کا موقف اظہر من الشمس ہے، تو پھر یہ کیسے؟....کئی علماء

کرام، مفتیان عظام، طلباء اور دیگر حضرات نے بندہ سے اس کی بابت سوال کیا تو بندہ نے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر حضرت کے صاحبزادے، علمی جانشین اور خلیفہ مجاز عم محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہم نے اس بابت حضرتؒ سے سوال کیا تو حضرتؒ نے وضاحت فرمائی جو آئندہ سطور میں پیش خدمت کی جائے گی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا جواب صرف اور صرف ''بغیر تصویر چینل'' اور ''اسلامی بینکاری'' کے بارہ میں تھا، حضرت شیخوپوری شہید رحمہ اللہ کو ضرور غلط فہمی ہوئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بندہ نے خود ضرب مومن کے ایڈیٹر جناب انور غازی صاحب سے رابطہ کیا، اُن کو صورتحال بتلائی تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حضرت شیخوپوری صاحب سے رابطہ کیا جائے۔ اور حضرت شیخوپوری شہید رحمہ اللہ سے رابطہ کی بہت کوشش کی، لیکن رابطہ نہ ہوسکا۔ چنانچہ ''ضرب مومن'' میں اس کی وضاحت نہ آسکی۔ البتہ ہفت روزہ ''القلم''، ماہنامہ ''لولاک'' ودیگر رسائل وجرائد نے یہ وضاحت شائع کردی۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

دراصل انہیں دنوں علماء کرام ''مروجہ اسلامی بینکاری'' اور ''ٹی وی چینل'' کے بارہ میں غور وخوض میں مصروف تھے جس کا تذکرہ بعض حضرات نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سے بھی کیا، اور حضرتؒ چونکہ صاحبِ فراش تھے اور ان کو موجودہ اسلامی بینکاری کی تفصیلات سے آگاہ بھی نہ کیا گیا تھا، جس بنا پر انہوں نے یہ فرمادیا ''کہ اگر بڑے حضرات اجازت دیں تو میں بھی اجازت دیتا ہوں۔'' یہ بھی صرف اُس وقت تک تھا، بعد میں حضرتؒ نے حضرت مولانا مفتی عیسیٰ خان صاحب مدظلہم (**مدیر جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ**) سے موجودہ اسلامی بینکاری کے بارہ میں اُن کے قواعد وضوابط اور طریقہ کار کے بارہ میں تفصیلی معلومات حاصل کیں اور ان معلومات کی روشنی میں حضرتؒ نے بھی اسلامی بینکاری کو ناجائز اور حرام قرار دیا اور جامعہ فاروقیہ کراچی میں ملک کے چاروں صوبوں کے اہل فتویٰ کا جو مشترکہ اجلاس منعقد ہوا جس میں انہوں نے اسلامی بینکاری اور T.V چینل کو ناجائز اور حرام قرار دیا تھا اس فتویٰ پر حضرت امام اہل سنتؒ نے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔

خدا تعالیٰ ہمیں اکابرین اور اسلاف کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلائے، منہیات سے دوری اور طبعی نفرت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

''والله يقول الحق وهو يهدى السبيل''

تصویر اور T.V چینل کے بارہ سوال اور حضرت امام اہل سنتؒ کا جواب

گرامی قدر حضرت والد صاحب دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بین الاقوامی سطح پر غیر مسلم لابیاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈے میں مصروف ہیں ان کے مؤثر جواب کے لئے مسلم راہنما اسلامی ٹی وی چینل اور کیبل کا سوچ رہے ہیں

اس سلسلہ میں علماء کی دو رائے سامنے آرہی ہیں ایک طبقہ یہ کہتا ہے جس کی قیادت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ اور مولانا احمد علی سراج صاحب مدظلہ وغیرہ کر رہے ہیں کہ ایسا ٹی وی چینل اور کیبل جائز اور درست ہے جس میں فوٹو بھی آتی ہے اور ان حضرات نے آپ کے حوالہ سے ایک خبر شائع کی جو کہ اخبارات میں شائع ہوئی کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مرحوم کو ایسے چینل کی اجازت دی تھی اور پھر علماء کے ایک وفد جس میں مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ بھی تھے ان سے بھی آپ نے ایسے الفاظ فرمائے جس میں فوٹو والے چینل کی تائید ہوتی ہے۔ علماء کے اس نظریہ کے باعث اب مساجد اور مدارس میں بھی دینی مجالس کی فوٹو اور ان کی سی ڈی بے دھڑک تیار کی جارہی ہیں، جبکہ علماء کے دوسرے طبقہ جس میں سرفہرست مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدظلہ ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں ایسے چینل اور کیبل بھی کام کر رہے ہیں جن میں فوٹو نہیں آتی اور آواز سے مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں، اس لیے فوٹو والا چینل اور کیبل ناجائز ہے۔ آپ کے بیانات اور تحریروں میں تصویر کو ناجائز کہا گیا ہے، خواہ وہ تصویر کیمرہ کی یا ویڈیو سے تیار شدہ ہو۔ جب آپ کے ہاں تصویر ہر حال میں حرام ہے تو آپ نے تصویر والے ٹی وی چینل اور کیبل کی اجازت کیسے دے دی ہے؟ اس بارہ میں کسی عزیز سے اپنے موقف کی ایسی وضاحت فرمائیں کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے اور آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اس کی روشنی میں ٹھوس رائے قائم کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور تادیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فقط آپ کا بیٹا......حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدرس: مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء

الجواب

میں نے کبھی بھی فوٹو کی اجازت نہیں دی۔ میرا موقف وہی ہے جو مولانا سعید احمد جلالپوری کا ہے۔ جس چیز میں فوٹو ہو وہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز میری طرف منسوب ہے وہ غلط بیانی ہے یا کج فہمی ہے۔ مولانا اسلم شیخوپوری صاحب سے جو میں نے کہا تھا وہ اسلامی بینکاری اور بغیر تصویر چینل سے متعلق تھا۔

فقط......ابوالزاہد محمد سرفراز......۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء بروز اتوار

چینل کے بارہ میں علماء امت کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(نوٹ: اس فتویٰ کی اول شق مروجہ اسلامی بینکاری کے بارہ میں علماء کے فتویٰ پر مشتمل ہے۔ فی الحال اس مشترکہ فتویٰ کی صرف دوسری شق شامل اشاعت ہے۔ ادارہ)

''مورخہ ۲۸/اگست ۲۰۰۸ء مطابق ۲۵/شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں ملک کے چاروں صوبوں کے اہلِ فتویٰ علمائے کرام کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔

اس اجلاس کے شرکاء نے اس بات پر اتفاق کا اظہار کیا کہ جدیدیت کی رو میں بہہ کر تصویر کی حرمت کا حکم نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ جان دار کی تصویر کی جتنی اور جو شکلیں اب تک متعارف ہوئی ہیں، عرف وعادت، لغت اور شرعی نصوص کی رو سے وہ سب تصویر کے حکم میں ہیں۔ آلات صنعت وحرفت کے بدلنے سے تصویر کے شرعی احکام نہیں بدلتے۔ اس لئے جو حکم شریعت میں تصویر کا منقول ہے تصویر کی تمام شکلیں اس حکم کے تحت داخل ہیں۔ اس لئے تصویر کی اباحت اور جواز کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کسی قسم کے ٹی وی چینل کا اجراء یا علماء کرام کا ٹی وی پر آنا اور اسے تبلیغ دین کی ضرورت کہنا اور سمجھنا شریعت کی خلاف ورزی ہے اور جدیدیت واباحیت کی ناجائز پیروی ہے۔ مسلمانوں پر واجب اور لازم ہے کہ دیگر حرام اور خلاف شرع امور کے طرح اس سے بھی بچنے کا بھرپور اہتمام فرمائیں۔''

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوری رحمہ اللہ

ٹی وی پر علماء کرام کا آنا......مثبت و منفی پہلو

بسم اللہ الرحمن الرحیم .الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل میڈیا اور ٹی وی چینلوں پر یہودی لابی، ان کے وفاداروں اور نمک خواروں کا قبضہ ہے، وہ اسلام اور احکام اسلام کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، وہ مسلمانوں کو تشدد پسند، دہشت گرد اور اسلام کو نا قابلِ عمل دین مذہب باور کراتے ہیں ، اسی طرح وہ روزمرہ مسائل اور عقائد ونظریات پر جو مکالمے دکھاتے ہیں، اس میں بھی باطل اور باطل پرستوں کے عقائد ونظریات کو حق وصواب اور اہلِ حق کے موقف کو اس طرح بے وزن کر کے پیش کرتے ہیں کہ ایک سیدھا سادھا قاری حق و سچ اور باطل وجھوٹ میں امتیاز نہیں کر پاتا، وہ عقائد ونظریات کے سلسلہ میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں، اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ بتلایا اور پڑھایا گیا تھا، شاید حقائق اس سے مختلف ہیں ، ایسی پریشان کن صورتِ حال سے بے چین ہو کر، دین کا درد رکھنے والے مسلمانوں کی خواہش اور شدید تقاضہ کہ اہلِ حق علماء کو ان ٹی وی پروگراموں میں آنا چاہئے اور اس فتنہ کا مقابلہ اس میدان میں اتر کر کرنا چاہئے اور عوام کو اصل حقائق سے آگاہ کرنا چاہئے ، اور ''ٹی وی''، ''سی ڈیز''اور کیبل چینلز کے جواز کا فتویٰ دے دینا چاہئے ، چنانچہ ایسے ہی ملی درد رکھنے والے بعض علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ اب تو ٹی وی، سی ڈیز اور کیبل چینلز کی اس دلدل اور کیچڑ میں گھس کر اس میں غرق ہونے والے مسلمانوں کو نکالنا چاہئے ، اگر اس سے تغافل برتا گیا تو وہ دن دور نہیں جب اسلام اور اسلامی اقدار کا تشخص نابود ہو جائے گا۔

ان ہمدردانِ قوم ووطن اور دین وملت کا اصرار ہے کہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو کوئی ایسا اسلامی چینل کھولا جائے جس کو دیکھ کر مسلمان اپنا دین ، مذہب اور ایمان وعقیدہ محفوظ رکھ سکیں ، اور اس کے ذریعے مادر پدر آزاد اور لادین ٹی وی چینلوں کے زہر اگلتے پروگراموں سے نئی نسل کو محفوظ کیا جاسکے اور دین ومذہب، ایمان وعقیدہ اور علم وعمل کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر دنیا بھر کی مسلم امہ کی راہ نمائی کی جاسکے۔

دیکھا جائے تو ان ''مخلصین'' کی فکر وسوچ اخلاص پر مبنی ہے، اور ان کا جذبہ صادق ہے، اور بادی النظر میں ایسا کرنے کی ضرورت بھی ہے، اس لئے کہ ٹی وی اور سی ڈیز کے مادر پدر آزاد پروگرام ، لچر وواہیات ڈرامے، ننگی فلمیں اور حیا سوز مناظر اتنا نقصان نہیں پہنچا رہے، جتنا یہ نام نہاد دینی پروگرام مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو برباد کر رہے ہیں، اس لئے کہ کوئی شخص فلم کو نیکی اور ثواب سمجھ کر نہیں دیکھتا، اور نہ ہی اس

کے کرداروں کو حق وصواب جان کر اپناتا ہے، بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی ان کو قبیح، برا اور گناہ سمجھ کر دیکھتا ہے، جبکہ اس کے برعکس ان نام نہاد پروگراموں کو دینی اور مذہبی پروگرام سمجھ کر دیکھا جاتا ہے اور ان کی روشنی میں ہی ناظرین اپنی زندگی کے خطوط متعین کرتے ہیں، اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ ٹی وی چینلوں کے نام نہاد دینی پروگرام نئی نسل کے لئے ننگی اور بلیو پرنٹ فلموں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کا سدباب کیونکر اور کیسے ہو؟ اس سلسلہ میں دو قسم کی آرا پائی جاتی ہیں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ ٹی وی چینل میں ثقہ علماء کو آنا چاہئے اور ٹی وی کے میدان میں اتر دشمنانِ دین سے دوبدو مقابلہ کرنا چاہئے یا پھر اپنا الگ ٹی وی چینل قائم کر کے اس کا توڑ کرنا چاہئے، جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا جا چکا ہے۔

مگر علماء امت کی ایک قابلِ اعتماد جماعت کو اس سے نہ صرف اختلاف ہے بلکہ شدید ترین اختلاف ہے، ان کا موقف ہے اور بالکل بجا موقف ہے کہ:

۱......''**ان السیئة لاتدفع بالسیئة**......گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا ٹی وی پر آ کر ٹی وی کی خباثتوں کا سدباب کرنا، ایسا ہی غلط ہے جیسے پیشاب کی غلاظت کو پیشاب سے دھونا یا پیشاب کی ناپاکی کو پیشاب سے پاک کرنا، جیسے یہ غلط ہے ایسے وہ بھی غلط ہے۔

۲:......''ٹی وی'' اور ''سی ڈیز'' کا کوئی پروگرام تصویر کے بغیر نہیں ہوتا اور تصویر بنانا یا بنوانا مطلقاً ناجائز اور حرام ہے، اس پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لعنت فرمائی ہے، تصویر خواہ پرانے اور دقیانوسی زمانے کے لوگوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو، یا جدید سائنسی اور ترقی یافتہ دور کی، اس کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

۳:......تصویر سازی پر آنحضرت ﷺ نے بدترین عذاب کی وعید ارشاد فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ:
قیامت کے دن تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جاندار کی تصویر بنا کر میری ہمسری اور برابری کی کوشش کی تھی، لہٰذا آج اس تصویر میں روح پھونک کر اور اس کو زندہ کر کے دکھلاؤ، ظاہر ہے یہ انسانی اختیار میں نہیں ہوگا تو اس کی پاداش میں ان کو سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔اس وضاحت کے بعد کیا کوئی عقل مند انسان اس کی جرأت کر سکتا ہے کہ جان بوجھ کر عذاب الٰہی کو گلے لگائے؟

۴:......چونکہ ''ٹی وی'' اور ''ڈی وی ڈی'' کی وضع اور ساخت ہی لہو ولعب کے لئے ہے، اس لئے ان کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا نہ صرف غلط ہے، بلکہ دین کی توہین و بے حرمتی کے مترادف ہے۔اس لیے کہ اگر شریعت مطہرہ نے شراب کے مخصوص برتن مثلاً حنتم، دباء، مزفت، نقیرہ کو پاک کر کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ ان کو توڑنے کا صرف اس لئے حکم فرمایا کہ وہ شراب کی علامت اور ایک حرام مشروب کے لئے مخصوص و موضوع تھے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے وفد عبدالقیس کی آمد پر بطور خاص ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے:''**ونھاھم عن اربع عن الحنتم والدباء والنقیر**

والمزفت " یعنی آپ نے ان کو شراب کے لئے مخصوص وموضوع چار قسم کے برتنوں: حنتم ،دباء نقیر اور مزفت کے استعمال سے منع فرمایا تھا۔''

اگر شریعت مطہرہ اور پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک حرام وناپاک مشروب کے لئے مخصوص برتنوں یا شراب کی علامت شمار ہونے والے ظروف کو استعمال کرنے یا ان سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں دی، تو ٹی وی، ڈی وی ڈی یا اس طرح کی دوسری چیزیں جو لہوولعب کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کیلئے استعمال ہی نہیں ہوتیں، ان سے نفع اٹھانے کی کیونکر اجازت ہوگی؟ یا ان کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟

۵:......اسی طرح یہ منطق بھی نا قابلِ فہم ہے کہ دوسروں کو گناہ اور گمراہی سے بچانے کے لئے خود اسی گناہ اور گمراہی کی راہ اختیار کر لی جائے ،جس سے دوسروں کو منع کیا جارہا تھا، کیا کوئی معمولی عقل وفہم کا انسان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ ایک گناہ کو دور کرنے کے لئے دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا جائے؟ جب کوئی شخص دوسرے کی زندگی بچانے کے لئے اپنی دنیاوی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا تو محض اس امکان پر کہ شاید دوسرا راہِ راست پر آجائے، کیا اپنی آخرت کی دائمی زندگی برباد کی جاسکتی ہے؟ یا اس کو داؤ پر لگایا جاسکتا ہے؟ یا کوئی اس کے لئے تیار ہوگا؟ اگر کوئی عقل مند ایسا کرے تو شرعاً، اخلاقاً اس کی گنجائش ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو علماء کو اس خودکشی کا درس کیوں دیا جاتا ہے؟ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا آنحضرت ﷺ سے لے کر آج تک کی چودہ صدیوں سے اس کی کوئی ایک آدھ مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ کہ کسی نے دوسرے کی ہدایت کی خواہش پر خود گمراہی اختیار کر لی ہو، اگر ایک لمحہ کے لئے اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ یا انسان اس کا مکلّف ہے؟ نہیں،نہیں، ہر گز نہیں۔

۶:......اگر علماء کرام اور مقتدیانِ ملت ٹی وی پر آنا شروع کر دیں تو سوال یہ ہے کہ پھر عوام کو اس آلۂ لہوولعب کی تباہ کاریوں سے کیسے بچایا جاسکے گا؟ بلکہ اس وقت تو معاملہ اور بھی مشکل اور سنگین ہو جائے گا، جب علماء کرام خود ٹی وی کی سکرین پر تشریف فرما ہوں گے اور دوسروں کو اس کے دیکھنے اور استعمال کرنے سے منع فرمارہے ہوں گے، کیا اس وقت ان کا روکنا ممکن ہوگا؟ یا ان کی تلقین مؤثر ہوگی؟

اسی طرح دنیا بھر میں امت مسلمہ کی ایک قابلِ قدر جماعت آج تک اس کے استعمال کو ناجائز اور نئی نسل کیلئے مہلک وسم قاتل سمجھتی آئی ہے، کیا اس اجازت یا نرمی سے وہ متأثر نہیں ہوگی؟ کیا ان گھروں میں جدید تہذیب یا بے دینی کے داخلہ کے ذمہ دار وہ علماء نہیں ہوں گے جو ٹی وی کے جواز کے لئے کوشاں ہیں؟

۷:......بالفرض اگر علماء کرام عوام کو اس سے روکنا بھی چاہیں، تو کیا عوام کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ جس طرح آپ دینی پروگراموں کے لئے ٹی وی پر تشریف لاتے ہیں......اور یہ جائز ہے تو......اگر ہم نے محض دینی پروگرام دیکھنے کی غرض سے ٹی وی خریدا ہے۔ اور اس غرض سے ٹی وی دیکھتے ہیں، تو یہ کیونکر

ناجائز ہے؟ بتلایا جائے اس کا کیا جواب ہوگا؟

اگر بالفرض علماء کرام جائز پروگرام دیکھنے کے لئے ٹی وی کو جائز قرار دے دیں اور ٹی وی گھروں میں گھس جائے تو پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس پر لچر، واہیات، فحش اور ایمان سوز پروگرام نہیں دیکھے جائیں گے؟ یا اس پر دنیا جہان کی ننگی فلمیں نہیں دیکھی جائیں گی؟ کیا اس سے گناہ اور بدکاری کی راہ نہ کھل جائے گی؟ کیا گھر میں ٹی وی آجانے کے بعد جائز و ناجائز کی تحقیق ثانوی درجہ میں نہیں چلی جائے گی؟

۸:......اگر علماء کرام ٹی وی پروگراموں میں آنا شروع کر دیں اور ٹی وی مباحثوں میں شریک بھی ہونا شروع کر دیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہود و ہنود کی اولاد، علماء کے افکار و ارشادات کو ہو بہو ''ٹی وی'' میں نقل بھی کر دیں؟

جبکہ صورت حال یہ ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جب کسی عالم دین نے حقائق کا اظہار کرنا شروع کیا تو نہ صرف اس کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا، بلکہ اس کی جو بات ٹی وی اور بین الاقوامی قوتوں کے ذوق و مزاج کے خلاف تھی، اسے سنسر کر دیا گیا۔ چنانچہ طالبان حکومت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ اسی قسم کے ایک مکالمہ میں شریک ہوئے، تو انہوں نے خود بتلایا کہ مذاکرے کا میزبان پہلے تو مجھے بولنے نہیں دے رہا تھا، جب میں نے بولنا شروع کیا تو اس نے بارہا میری بات کاٹنے کی کوشش کی، لیکن جب میں نے اس پر برہمی کا اظہار کیا تو اگرچہ اس نے مداخلت تو بند کر دی، لیکن میرے انٹرویو کے وہ حصے جو حکومت اور بین الاقوامی قوتوں کے ذوق و مزاج کے خلاف تھے، حذف کر دیئے گئے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے خود فرمایا کہ: ''میں نے سوچا تھا کہ شاید اس طرح عوام کے سامنے حقائق آجائیں گے...... اور اسی لئے میں شریک بھی ہوا تھا...... مگر بعد میں اندازہ ہوا کہ میری سوچ صحیح نہیں تھی اور ایسے پروگراموں میں شریک ہونا درست نہیں، کیونکہ ان مذاکروں کا مقصد حقائق کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔''

۹:......دنیا جانتی ہے کہ ٹی وی اور سی ڈیز کا مقصد اصلاح نہیں، بگاڑ ہے، بلکہ دیکھا جائے تو ''ٹی وی'' اور ''ڈی وی ڈی'' کا مقصد مغربی تہذیب و تمدن اور لادین کلچر کا فروغ ہے، ظاہر ہے جس پروگرام میں دین و شریعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی صحیح صحیح نشاندہی کی جائے گی اسے یہودی لابی اور ان کے ایجنٹ کیونکر برداشت کر سکیں گے؟

۱۰:......اگر بالفرض مسلمان اپنا ٹی وی چینل ایجاد کر لیں تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جانداروں کی تصویر کے ہوتے ہوئے وہ کیونکر جائز ہو جائے گا؟ اور تصویر کے بارہ میں حکم شرعی پہلے آچکا ہے۔

چلو اگر ایک منٹ کے لئے تصویر کو برداشت بھی کر لیا جائے تو کیا عام ناظرین ایسے ٹی وی چینل کو دیکھنا پسند کریں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلایا جائے کہ محراب و منبر کی آواز پر کان کیوں نہیں دھرے

جاتے؟ حالانکہ محراب ومنبر سے بھی یہی بات کہی جاتی ہے، آپ ہی بتلایئے کہ جو بات محراب ومنبر سے کہنے پرنہیں سنی جاتی وہ ٹی وی سے کیوں سنی جائے گی؟ دراصل لوگ ٹی وی دیکھتے ہی صرف اس لئے ہیں کہ ٹی وی اسکرین پراور ''بہت کچھ دیکھنے کو ملتا ہے'' جومحراب ومنبر سے نہیں دیکھا اور سنا جاسکتا، لہٰذا ایسا ٹی وی جس میں عوام کی مطلوبہ رنگینی نہیں ہوگی اس کو کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔

عوام کے اس رنگین مزاجی پر میراثی کا وہ لطیفہ بالکل فٹ بیٹھتا ہے، جس میں اس نے اہلِ جنت وجہنم کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے سامعین کو مخاطب کر کے کہا:

''ارے سنتے ہو! ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں مرگیا ہوں، مجھے دفن کر دیا گیا، میرا حساب کتاب ہوا تو فرشتوں نے کہا: تیرے گناہ اور نیکیاں برابر ہیں، جہاں چاہے، تجھے بھیج دیتے ہیں، میں نے مولویوں سے سن رکھا تھا کہ جنت بہت اچھی جگہ ہے، اس لیے میں نے کہا: مجھے جنت بھیج دو جب مجھے جنت لے جایا گیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، وہاں کوئی رونق تھی نہ راگ ورنگ تھا اور نہ تفریح طبع کا دوسرا کوئی سامان، پس مسجد کے میاں جی، چند داڑھیوں والے جن کے ہاتھ میں لوٹے اور مصلے تھے، یا پھر علاقے کے غریب غربا اور بس۔

میں نے فرشتوں سے کہا: اس سے کوئی اچھی جگہ بھی ہے انہوں نے کہا اس سے اچھی جگہ تو کوئی نہیں، البتہ اگر چاہو تو تمہیں جہنم دکھا سکتے ہیں، میں نے کہا ضرور! چنانچہ جب مجھے جہنم لے جایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں اپنے گاؤں کے چوہدری صاحب، ملک صاحب، خان صاحب علاقہ کے سارے نامی گرامی لوگ موجود تھے، وہاں کچھ گلوکارائیں گانا گا رہی تھیں اور کچھ اداکارائیں ناچ بھی رہی تھیں، محفل جمی ہوئی تھی ،چلم بھری تھی اور سارے روشن خیال اور ترقی پسند دوست واحباب جمع تھے، وہاں جا کر تو مزہ ہی آ گیا۔''

اگر چہ یہ ایک لطیفہ ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو عوام آج کل اس رنگینی کی تلاش میں ہیں چاہے اس کے لئے ان کو جہنم ہی کیوں نہ جانا پڑے اور ان کو سادگی اور خالص دین وشریعت کے پروگرام ناقابل قبول ہیں، چاہے اس کے عوض جنت ہی کیوں نہ ملتی ہو۔

چلو اس کو بھی مان لیا جائے کہ لوگ ''خالص دینی اور شرعی ٹی وی'' کو دیکھیں گے تو سوال یہ ہے کہ یہودی ایجنٹ اور بین الاقوامی لابیاں اس چینل کو چلنے بھی دیں گی؟ نہیں، ہرگز نہیں چنانچہ ''الجزیرہ'' ٹی وی کی نشریات کا جام کیا جانا سب کے سامنے ہے، اس کے علاوہ کیا وہ ٹی وی چینل پوری دنیا کے ٹی وی قوانین کی مخالفت مول لے کر اپنا کام جاری رکھ سکے گا؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، چنانچہ اس کے لئے افغانستان کی طالبان حکومت بطور مثال کافی ہے کہ امریکا بہادر اور اسکے اتحادیوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ صرف اور صرف اس لئے بجائی ہے کہ وہ بین الاقوامی کافرانہ نظام کا حصہ بننے کے لئے تیار نہیں تھی، ٹھیک اسی طرح ایسے ٹی وی چینل کا بھی حشر ہوگا۔

۱۱:......رہی یہ بات کہ ارباب کفر والحاد نے اگر ٹی وی کو اسلام کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس کی اشاعت کو اسلام کے لئے استعمال کریں؟ بظاہر یہ جذبہ نیک ہے، مگر اس میں مشکل وہی پیش آتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کسی ناجائز اور حرام ذریعہ کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر اشاعت اسلام کے لئے ناجائز ذرائع کے اپنانے کی اجازت ہوتی تو چوروں اور زانیوں کی اصلاح کے لئے زانیوں کے گروہ میں شامل ہونا بلکہ کافروں کی اصلاح کیلئے کافروں کے گروہ میں شامل ہونا بھی جائز ہوتا، مگر دنیا جانتی ہے کہ دنیا کا کوئی مہذب قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض اشاعت اسلام کے لئے کسی منکر، ناجائز اور حرام کو اپنانے کی اجازت بھی دے دی جائے تو کیا آئندہ کے لئے نہی عن المنکر کا دروازہ بند نہیں ہو جائے گا؟ اس لئے کہ ہر مجرم اپنے جرم کی یہی تاویل اور جواز پیش کرے گا کہ میں نے یہ سب کچھ اسلام کی اشاعت کے لئے کیا ہے، چنانچہ جہاں کہیں کوئی چور، ڈاکو، زانی، شرابی یا قاتل رنگے ہاتھوں پکڑا جائے گا، وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ میں چور، زانی، ڈاکو، شرابی اور قاتل نہیں ہوں، بلکہ میں نے تو ان لوگوں کی اصلاح کے لئے یہ شکل اختیار کر رکھی ہے، بتلایا جائے اس سے سارا معاشرہ جرائم اور گناہوں کی آماجگاہ نہیں بن جائے گا؟

۱۲:......اشاعت اسلام کے لئے ہم اس کے تو مکلّف ہیں کہ جتنا حلال و جائز اسباب و ذرائع مہیا ہوں ان کو ممکنہ حد تک استعمال کریں اور کفر و باطل کی راہ روکنے کی کوشش کریں، لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ ہم خواہ مخواہ نت نئے انداز اور جائز و ناجائز حربے استعمال کرنے کی سعی و کوشش میں ہلکان ہوا کریں۔

اگر اس کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اس کی اجازت دیتے اور وہ تمام اسباب و ذرائع جو کفر و شرک کی اشاعت میں استعمال ہوتے ہیں، ان کی پیغمبر ﷺ کو بھی اجازت ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اغوائے انسانی کے لئے اولاد آدم کے قلوب میں وساوس ڈالنے، دور بیٹھ کر ان پر تسلط حاصل کرنے کا اختیار دیا ہے، مگر نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا، اسی طرح حدیث نبوی کے مطابق شیطان انسان کے بدن میں ایسے دوڑتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ کو انسانی خون میں دوڑنے کی اجازت تھی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

ایسے ہی شیطان انسانی قلوب واذہان کی اسکرین پر اپنے وساوس کے ذریعے گناہوں اور بد کاریوں کی ننگی اور بلیو پرنٹ فلم دکھا کر ان کو گناہوں اور بدکاریوں پر آمادہ کرتا ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کو انسانی قلوب واذہان پر تسلط نہیں دیا گیا بلکہ فرمایا گیا: ''**ان انت الا نذیر**'' (فاطر: ۲۳) ......آپ تو صرف ڈرسنانے والے ہیں......اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: ''**لست علیھم بمصیطر**'' (غاشیہ: ۲۲) ......یعنی آپ ان کے نگران نہیں ہیں کہ نہ مانیں تو آپ سے پوچھ ہوگی.....۔

اگر اس کی اجازت یا ضرورت ہوتی تو جس قدر شیطان کو کفر وشرک کی اشاعت کے لئے یہ قوت واستعداد دی گئی تھی ،اس سے زیادہ ضروری تھا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی اشاعت اسلام کے لئے ان چیزوں سے نوازا جاتا،مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تو کیا نعوذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ اشاعت اسلام کے خواہاں اور انسانوں کی ہدایت وراہ نمائی کے لئے فکر مند ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہمیں شرعی حدود سے نکل کر اشاعت اسلام کے لئے زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

۱۳:......اسی طرح ٹی وی کے جواز اور ضرورت کے لئے یہ استدلال بھی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اگر ہم نے ٹی وی پر آ کر مسلمانوں کی راہ نمائی نہ کی تو لادین قوتیں اس کو دین کے بگاڑنے کے لئے استعمال کریں گی؟ اور اسلام کا حلیہ بگڑ جائے گا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہے گا۔

اس لیے کہ سنت اللہ یہی چلی آئی ہے کہ بے شک اسلام کو ڈھانے اور مٹانے کی کوششیں تو ضرور ہوں گی اور ہوتی بھی آئی ہیں،مگر اسلام ختم ہو جائے یا اس میں تحریف ہو جائے یا اس کا حلیہ بگڑ جائے یا اسلام اپنی اصلی حالت میں نہ رہے،ایسا ناممکن ہے،جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

> ''مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی رہے گی جو اسلام کو اصلی حالت پر برقرار رکھنے میں محنت وکوشش کرتی رہے گی اور اہلِ ہوا وبدعت کی اڑائی ہوئی دھول کو صاف کرتی رہے گی اور ان پر کسی مخالفت کرنے والے کی مخالفت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔''

چنانچہ سوا چودہ سو سال ہو گئے ہیں، الحمد للہ! آج بھی اسلام اسی طرح تر وتازہ ہے۔حتیٰ کہ شیطان کے انسانی قلوب پر تسلط حاصل ہونے کے باوجود اگر آج تک اسلام محفوظ ہے تو آئندہ بھی انشاء اللہ محفوظ ہی رہے گا،اور آئندہ بھی اس کو تحریف سے بچایا جائے گا۔

۱۴:......ٹی وی اور ویڈیو فلم سے تبلیغ کا کام لینا یوں بھی نا قابلِ فہم ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے کسی نیک جذبے اور اصلاح کی غرض سے یہ پروگرام نہیں دیکھتے بلکہ تفریح طبع یا زیادہ سے زیادہ معلومات برائے معلومات کے لئے یہ پروگرام دیکھے جاتے ہیں،اس لئے کہ دنیا جانتی ہے کہ ٹی وی پر آنے والے لوگ قابل اعتماد اور ثقہ نہیں بلکہ بازاری اور شہرت کے خواہاں ہوتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی نے ٹی وی کی ''برکت'' سے اسلام قبول کیا ہو،اس سلسلہ میں حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا ایک جواب پڑھیئے اور سر دھنیے!

> ''یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ویڈیو فلم اور ٹی وی سے تبلیغ اسلام کا کام لیا جاتا ہے،ہمارے یہاں ٹی وی پر دینی پروگرام بھی آتے ہیں لیکن کیا میں بڑے ادب سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان دینی پروگراموں کو دیکھ کر کتنے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے؟ کتنے بے نمازیوں نے نماز شروع کر دی؟ کتنے گناہ گاروں نے

گناہوں سے توبہ کرلی؟ لہٰذا یہ محض دھوکا ہے، فواحش کا یہ آلہ جو سرتا پیر نجس العین اور ملعون ہے اور جس کے بنانے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں وہ تبلیغ اسلام میں کیا کام دے گا؟ بلکہ ٹی وی کے یہ دینی پروگرام گمراہی پھیلانے کا ایک مستقل ذریعہ ہیں، شیعہ، مرزائی، ملحد، کمیونسٹ اور ناپختہ علم لوگ ان دینی پروگراموں کیلئے ''ٹی وی'' پر جاتے ہیں اور اناپ شناپ جوان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں، کوئی ان پر پابندی لگانے والا نہیں اور کوئی صحیح وغلط کے درمیان تمیز کرنے والا نہیں، اب فرمایا جائے کہ یہ اسلام کی تبلیغ واشاعت ہورہی ہے یا اسلام کے حسین چہرے کو مسخ کیا جارہا ہے؟ رہا یہ سوال کہ فلاں یہ کہتے ہیں اور یہ کرتے ہیں، یہ ہمارے لئے جواز کی دلیل نہیں؟۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۷ص ۳۹۸)

۱۵:......علماء کو ٹی وی پر آنے کے مشورہ کو اس زاویہ سے بھی دیکھنا چاہئے کہ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی اصلاح کی فکر میں ٹی وی پر آنے والے حضرات خود ہی بے وزن ہوجائیں، اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ بھی ایک شیطانی چال ہو کہ جو حضرات ٹی وی پر آنا شروع کریں گے کم از کم وہ متفق علیہ تو نہیں رہیں گے خصوصاً جو حضرات ٹی وی کی حرمت کے قائل ہیں، ان کے ہاں ایسے حضرات کے کسی قول، فعل اور عمل بلکہ فتویٰ کا کوئی اعتبار نہیں رہے گا، گویا دوسروں کی اصلاح ہو یا نہ ہو کم از کم یہ تو متنازعہ بن جائیں، اور بادیانِ قوم ووطن کا متنازعہ بن جانا، شیطان اور اس کے پجاریوں کیلئے بہت بڑی فتح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرستوں کی کبھی یہ خواہش نہیں رہی کہ مسلمان، کافر یا مشرک بن جائے، بلکہ ان کی خواہش اور کوشش یہ رہی ہے کہ مسلمان، مسلمان نہ رہے، یا کم از کم قابلِ اعتماد نہ رہے، اگر ایسا ہو تو سوچنا چاہئے کہ ''ٹی وی'' پر آنے والے اور اس کے جواز کے قائل علماء جب ٹی وی پر آئیں گے تو وہ اپنے موقف کی حقانیت وصداقت اور مخالفین کی تغلیط فرمائیں گے، ٹھیک اسی طرح جو حضرات مخالف ہوں گے، وہ بھی اپنے موقف کو دلائل وشواہد سے مبرہن کریں گے، اور اپنے مخالفین کے موقف کی تغلیط کریں گے.... جو ان کا فطری اور منطقی حق ہے...... یوں اختلافات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوجائے گا، کیونکہ وہ دراصل مسلم امہ اور علماء کے اتفاق واتحاد سے ہی سب سے زیادہ خائف اور الرجک ہیں۔

۱۶:......ٹی وی پر وعظ وبیان اور تقریر ومکالمہ کی ضرورت پر زور دینے والوں کو اس انداز سے بھی سوچنا چاہئے کہ جس اسٹیج اور جس جگہ پر عصیان وطغیان پر مبنی حیاء سوز اور ایمان کش فلمیں، لچر واہیات پروگرام اور گانے گائے جاتے ہوں اور وہاں ''خدا کے لئے'' جیسی خالص کافرانہ اور ملحدانہ فلمیں اور ڈرامے دکھائے جاتے ہوں وہاں اللہ کا پاک، پاکیزہ کلام، احادیث مبارکہ اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی لیکچروں کا سنانا اور دکھانا جائز بھی ہوگا؟ کہیں یہ قرآن وسنت اور دین وشریعت کی توہین تنقیص یا سوءِ ادبی تو نہیں ہوگی؟

(بشکریہ ماہنامہ ''لولاک'')

مجالسِ حضرت نعمانی مدظلہم

بندہ نے اپنے اس مضمون کے آغاز میں ذکر کیا تھا کہ شعبان ورمضان میں استاذِ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم کی خدمت میں رہ کر ''دورۂ تفسیر'' کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس مضمون سے اصل مقصود بھی یہی ہے کہ استاذِ محترم کی مجالس کا تذکرہ کیا جائے۔ لیکن چونکہ اس دوران اور اس کے بعد بھی کراچی کے مختلف اکابر کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی تو ابتداء میں اُن کا تذکرہ بھی کردیا۔ چند ایک کا تذکرہ ہوچکا، کچھ کا باقی ہے، جو ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً آتا رہے گا۔ اس قسط سے استاذِ محترم مدظلہم کی مجالس کا تذکرہ شروع کیا جارہا ہے۔ پہلے استاذِ محترم کے دورۂ تفسیر سے متعلق چند بشارات اور علماء، اکابر ومشائخ کا استاذِ محترم پر علمی وفکری اعتماد ذکر کیا جاتا ہے۔

......دورۂ تفسیر کے دوران پ ٦ سورۃ النساء آیت ١٦٦ پر پہنچے تو درس میں شریک ایک صاحب کو نیند آگئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ: سب لوگ مقام ابراہیم کے سامنے بیت اللہ کے سائے میں بیٹھے ہیں اور استاذِ محترم تفسیر پڑھا رہے ہیں۔

......استاذِ محترم کے تلامذہ میں سے ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ: استاذ جی ریل گاڑی میں ترجمہ وتفسیر پڑھا رہے ہیں اور صدائے بازگشت دائیں بائیں پہاڑیوں سے آرہی ہے۔

......اسی طرح ایک شاگرد نے دیکھا کہ: بیت اللہ شریف کے سامنے استاذِ محترم تشریف فرما ہیں اور تفسیر پڑھا رہے ہیں۔

......ایک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے سامنے تفسیر پڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔

......ایک شاگرد نے دیکھا کہ: کراچی میں استاذِ محترم تفسیر پڑھا رہے ہیں اور آواز فضا میں چاروں طرف سے آرہی ہے۔

......خود بندہ ناچیز خادم اہل سنت حمزہ احسانی نے گزشتہ سال تعلیمی سال کے اختتام کے موقع پر جب دارالعلوم مدنیہ میں مقیم تھا، خواب میں اپنے جدامجد حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کو دیکھا کہ بہاول پور تشریف لائے اور دوچار دن دارالعلوم مدنیہ میں ہی قیام فرمایا، بندہ اُن کی خدمت میں رہا۔ جب واپس تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: اب تم یہاں کیا کررہے ہو، چلو گکھڑ میرے ساتھ۔ عرض کیا: استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عطاء

الرحمٰن مدظلہم نے دراسات دینیہ والوں کا سبق ذمہ لگایا ہوا ہے، وہ مکمل کرانا ہے، اور اس سال شعبان رمضان میں مولانا منظور نعمانی صاحب کی خدمت میں دورۂ تفسیر مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔ تو اس پر آپؒ نے خاموشی اختیار فرمائی، کچھ دیر توقف کے بعد فرمایا: ٹھیک ہے۔ اُن کے پاس جاؤ، غالبًا یہ بھی فرمایا کہ: ان کو میرا سلام دینا۔

......حکیم العصر، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے صاحبزادے نے خواب میں دیکھا کہ: حضرت لدھیانوی شہیدؒ جامع مسجد خاتم النبیین (جہاں حضرت لدھیانوی کا مزار ہے، استاذِ محترم گزشتہ ۸، ۱۰ سال سے دورۂ تفسیر بھی وہیں پڑھاتے ہیں۔) کے دروازے میں کھڑے ہیں، بیٹے نے پوچھا کہ: ابا جی! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا: مولانا منظور نعمانی صاحب آرہے ہیں، اُن کے استقبال کے لیے کھڑا ہوں۔ چنانچہ استاذِ محترم حضرت نعمانی مدظلہم تشریف لائے، حضرت لدھیانویؒ نے اُن کا استقبال کیا اور خود لے جا کر اُس مسند پر بٹھایا جہاں استاذِ محترم دورۂ تفسیر پڑھاتے ہیں۔

......ایک زمانہ میں استاذِ محترم اور اُن کے ہم نام استاذ بڑے نعمانی صاحبؒ [طاہر والی] دونوں حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے مدرسہ مخزن العلوم میں اکٹھے پڑھاتے تھے، وہ مخزن کے علمی عروج کا زمانہ شمار ہوتا تھا، اسی زمانہ میں محدث العصر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے کو بھیجا کہ: دونوں نعمانی اکٹھے ہوئے بیٹھے ہیں، مجمع البحرین ہے، موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور جا کے اُن سے پڑھو۔

......استاذِ محترم خود فرماتے ہیں کہ: جب حضرت امام اہل سنتؒ نے علالت وضعف کے باعث دورۂ تفسیر پڑھانا چھوڑ دیا تو بیشتر طلباء کو میری طرف بھیجا۔ اور اُن سے کہا کہ: نعمانی صاحب کے پاس پڑھ لو۔ اور استاذِ محترم حضرت نعمانی مدظلہم کا معمول رہا کہ جب تک حضرت امام اہل سنتؒ حیات رہے، استاذِ محترم ہر سال دورۂ تفسیر شروع کرنے سے قبل اُن سے دعا کرواتے پھر شروع فرماتے۔

......استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے جب استاذِ محترم کی تفسیر ''تنویر الجنان'' دیکھی تو پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

......کچھ عرصہ قبل استاذِ محترم جامعہ خالد بن ولید ٹھنگی کالونی وہاڑی تشریف لے گئے اور دو دن سورۃ یوسف کی تفسیر پڑھائی، استاذِ محترم کے انداز واسلوب اور تفسیر میں مہارت و گہرائی کو دیکھ کر وہاں کے شیخ التفسیر صاحب، استاذِ محترم سے کہنے لگے: استاذ جی! اب تو آپ مجھے اپنے ساتھ ہی لے کر جائیں، پہلے میں آپ سے ایک مرتبہ مکمل پڑھ لوں پھر پڑھاؤں گا۔

......اسی طرح گوجرانوالہ کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا داؤد احمد صاحب مدظلہم بھی استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ کیا۔ اب جب بھی دورہ تفسیر شروع کرتے ہیں تو پہلے استاذِ

محترم سے دعا کرواتے ہیں۔

......خود ہمارے استاذِ مکرم حضرت مولانا قاری محمد صادق مدظلہم [استاذ الحدیث والتفسیر: جامعۃ الصابر بہاول پور] جو کہ حضرت امام اہل سنتؒ کے دورۂ تفسیر کے شاگرد بھی ہیں، ایک دن استاذِ محترم حضرت نعمانی صاحب مدظلہم کے دورۂ تفسیر میں شریک ہوئے تو پھر وہیں ڈیرے ڈال لیے اور آخری دن تک مکمل حاضری اور شوق وذوق سے پڑھتے رہے۔

......مشہور ومعروف قلمکار، جید عالم دین، بندہ کے استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہم بھی با قاعدہ استاذِ محترم کے درس میں شرکت فرماتے اور استفادہ کرتے رہے اور اب ملک بھر میں دروسِ قرآن کے لیے سب کو یہی ترغیب دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنا ہے تو حضرت امام اہل سنتؒ اور استاذِ محترم حضرت نعمانی صاحب مدظلہم کے دورۂ تفسیر سے استفادہ کرو۔

......ان کے علاوہ اور بہت سے مدرسین جن میں سے بعض اساتذہ حدیث بھی تھے، اور سولہ سولہ سال سے مسلسل تدریس کرتے چلے آ رہے تھے، انہوں نے بھی استاذِ محترم کا ایک دن سبق سنا تو آخر تک شریک رہے۔ جن میں مولانا محمد یاسین صاحب ڈگری، اور مولانا مکرم خان صاحب کراچی شامل ہیں۔

......استاذِ محترم حضرت نعمانی مدظلہم نے کافی عرصہ قبل جب حضرت امام اہل سنتؒ سے اجازتِ حدیث طلب کی تو حضرتؒ نے اُن کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا: اچھا! سورج چراغ سے روشنی لینے آیا ہے؟؟ اس میں جہاں حضرت امام اہل سنتؒ کی عاجزی وانکساری کا اظہار ہے وہیں استاذِ محترم کی عظمت وجلالت بھی نظر آتی ہے۔

......استاذِ محترم نے فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کے پاس کچھ وقت گزارا، حضرت مفتی صاحبؒ بھی استاذِ محترم کی قابلیت وعلمیت کے قائل تھے اور خوب تعریف فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ جب حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کے پاس علمی مسائل میں استفادے کے لیے آتے تو مفتی صاحبؒ اُن کو حضرت استاذِ محترم کے سپرد کر دیتے کہ آپ ان کو بتائیں۔ خود مفتی صاحبؒ بھی گاہے گاہے امتحان کی نیت سے استاذِ محترم سے دقیق علمی سوالات کرتے رہتے اور استاذِ محترم کے جوابات سن کر خوش ہوتے تھے۔

......استاذِ محترم نے خود بتایا کہ: میری پہلی کتاب ''ترغیب الاخوان'' مولانا اشرف شاد صاحب نے ایک مرتبہ با قاعدہ پڑھائی، مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب (مدیر: دار العلوم مدنیہ بہاول پور) نے بھی اپنے بچوں کو سبقاً پڑھائی، دونوں حضرات معترف تھے کہ بہت مفید ونفع مند ہے، لیکن اب نایاب ہے، اللہ

کرے طباعت کا کوئی انتظام ہو جائے۔ آمین

......مزید فرمایا کہ: میں نے ''ترغیب الاخوان'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اضافت موصوف الی الصفت اور اضافت صفت الی الموصوف جائز ہے اور علامہ ابن حاجب کا رد کیا ہے۔ قرآن پاک سے شواہد پیش کیے ہیں، کیا ہر جگہ ہم تاویل کرتے رہیں گے؟ مولانا حسن صاحب لاہور والوں اور دیگر علماء نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔

......فرمایا: مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ پہلے طاہر والی پڑھتے تھے، ان کے بھائی سے کسی نے کہا کہ: طاہر والی میں حضرات تو بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں، یہ ابھی بتدائی کتب میں ہے، اس کو خاطر خواہ توجہ نہیں مل سکے گی، لہٰذا اسے ظاہر پیر داخل کرا دو، چنانچہ وہ میرے پاس چھوڑ گئے۔ میں خاص طور پر صاحبزادوں کی گوش مالی میں بہت مشہور تھا، حضرت درخواستیؒ کے صاحبزادے بھی وہاں کان پکڑے کھڑے ہوتے تھے۔ اور عام طلباء کو تو زمین پر کان پکڑواتا تھا، جبکہ صاحبزادوں کو چار پائی پر۔ تاکہ اُن کا اعزاز برقرار رہے۔

......فرمایا: حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ کے مفتی صاحب اکثر و بیشتر فون پر مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ: بعض دوسرے علماء سے بار بار پوچھیں تو وہ ناراض ہونے لگتے ہیں، جب کہ آپ سے جتنا پوچھیں آپ اتنا خوش ہوتے ہیں۔

......ایک روز استاذِ محترم مولانا قاری محمد صادق مدظلہم نے استاذِ محترم حضرت نعمانی صاحب مدظلہم سے تفسیر کے متعلق کوئی سوال کیا، استاذِ محترم نے سمجھا دیا۔ رات کے کھانے کے وقت جب اکٹھے ہوئے تو استاذِ محترم نے قاری صادق صاحب سے فرمایا: میں ظہر کے بعد سویا تو خواب میں دیکھا کہ آپ کو یہی مقام سمجھا رہا ہوں اور یہ یہ باتیں آپ کو بتائی ہیں۔ اور وہ تمام باتیں دوہرا دیں۔ پھر قاری صاحب سے پوچھا کہ: اب سمجھ آ گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی! اب سمجھ گیا ہوں۔

......فرمایا: بحمد اللہ میں نے تفسیر میں بال کی کھال اتاری ہے، کسی لفظ کے بارے میں شک پڑ جاتا تو ۸،۸/۱۰،۱۰ تفسیریں بھی دیکھتا تھا، اللہ کا کرم ہے کہ آج اس نے لب لباب آپ کے سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

......نہ صرف آل دیوبند بلکہ بریلوی، غیر مقلد اور مماتی بھی استاذِ محترم سے فیض حاصل کرتے رہتے ہیں، استاذِ محترم نے ایک مرتبہ خود بتایا کہ: دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد، مماتی سب میں میرے شاگرد موجود ہیں۔ غیر مقلدین کے ایک شیخ الحدیث صاحب باقاعدہ استاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر بخاری کے مشکل مقامات سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک بریلوی عالم نے استاذِ محترم سے عرض کیا کہ: آپ

میرے لیے رات کا کچھ وقت نکالیں، تاکہ لوگوں سے چھپ چھپ کر آپ سے استفادہ کیا کروں۔ کیوں کہ میں بڑا عالم اور پیر مشہور ہوں، دن کو لوگ دیکھ لیں گے تو ''ناک'' جاتی رہے گی۔

......فرمایا: جس رات میرا بیٹا فوت ہوا، میں بہت غمگین تھا، رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک نیک ساتھی کے ہمراہ جنت میں پھر رہا ہوں، وہاں کسی سے پوچھا کہ: حضرت مدنیؒ کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو بہت بلند ہے، چنانچہ ہم وہاں پہنچے، حضرت نے مجھے گود میں لے لیا، پیار کرتے رہے، بوسہ بھی دیا۔ جب بیدار ہوا تو دل کو بے حد تسلی تھی، اطمینان اور صبر تھا، لگتا تھا پریشانی ہے ہی نہیں۔

......فرمایا: بندہ کے والدِ محترم کی وفات ہوئی تو ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہترین عالی شان باغ میں پھر رہے ہیں، ہمشیرہ نے پوچھا: اباجی! یہ باغ کس کا ہے؟ فرمایا: یہ میرا باغ ہے، منظور نے مجھے لگا کے دیا ہے۔

......استاذِ محترم کی عاجزی وسادگی بھی اسلاف کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ ایک مرتبہ استاذِ محترم کے مدرسہ کے سالانہ پروگرام کے موقع پر کسی نے ایک بڑا بینر بنوایا جس پر استاذِ محترم کا نام مختلف القابات کے ساتھ لکھا ہوا تھا، استاذِ محترم نے دیکھا تو چپکے سے وہ بینر اٹھا لیا اور چھپا دیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ بیٹے نے بنوایا تھا، اسے بلایا اور سمجھاتے ہوئے فرمایا: بیٹا! تُو اپنے باپ کو آسمان پر چڑھا رہا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تو تمہاری اِن بوریوں سے بھی گیا گزرا ہے، اِن بوریوں میں سے کسی میں چینی ہے، کسی میں گندم اور کسی میں کچھ اور، لیکن تیرا باپ تو ایسی چیز کی بوری ہے جس سے ہر کوئی بھاگتا اور دُور ہوتا ہے۔ (استاذِ محترم نے جو الفاظ فرمائے بندہ نقل کرنے سے قاصر ہے۔ [خادم])

......ایک مرتبہ فرمایا: میں سیہ کار، جنگل کا رہائشی ہوں، محض خدا کا فضل وکرم ہے کہ مجھے اِس مسند پر بٹھا دیا اور بٹھانے والے خود حضرت شہیدِ اسلام (لدھیانوی رحمہ اللہ) ہیں۔

......ایک مرتبہ فرمانے لگے: ہمیں ''موت'' نے شیخ التفسیر بنا دیا، اگر بڑے حیات ہوتے تو ہم اُن کے قدم دباتے، اُن کی جوتیاں سیدھی کرتے، وہ فوت ہوئے تو ہم جیسے شیخ التفسیر بن بیٹھے۔

استاذِ محترم فرماتے ہیں کہ: ''پہلے میں دورۂ تفسیر پر مشاہرہ (تنخواہ) لیتا تھا، جب مخزن میں پڑھاتا تھا، تب بھی اور کراچی پڑھانا شروع کیا تب بھی، لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ: سارا دن تو پڑھاتا ہوں ''ان اجری الا علی اللہ'' اور خود تنخواہ لیتا ہوں۔ لہٰذا مجھے شرم محسوس ہوئی تو تنخواہ لینی چھوڑ دی۔'' اب استاذِ محترم نہ صرف یہ کہ اہلِ مدرسہ سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے بلکہ اپنا آنے جانے کا کرایہ بھی اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں، ساتھ اگر طلباء جائیں تو اُن کا کرایہ بھی خود ہی ادا فرماتے ہیں، چپکے چپکے غریب طلباء کے ساتھ مالی تعاون بھی

فرماتے رہتے ہیں۔

......استاذِ محترم طلباء سے بے حد محبت فرماتے ہیں، فرمایا کرتے ہیں: ''ہمیں سرکارِ دو عالم ﷺ کا حکم ہے کہ تمہارے پاس میرے مہمان آئیں گے، اُن کا خیال رکھنا۔ مدارس کے مہتمم حضرات سے میں کہتا رہتا ہوں کہ یہ مہمانانِ رسول ہیں، ان کا خیال رکھا کرو۔'' جب استاذِ محترم اتنی محبت فرماتے ہیں تو طلباء کا اپنے شفیق و مہربان استاذ پہ جاں نثار ہونا بھی لازمی ہے۔ ایک مرتبہ استاذِ محترم مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کراچی میں موجود استاذِ محترم کے تلامذہ زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، تحفے تحائف اور ہدیے بھی لائے، حضرت مفتی صاحبؒ نے پوچھا کہ: یہ سب آپ کے پاس کیوں آئے؟ استاذِ محترم نے بتایا کہ: یہ سب میرے شاگرد ہیں، میرے بیٹے ہیں، میں ان سے اولاد کی طرح محبت کرتا ہوں، اس لیے یہ جب میرا نام سنتے ہیں تو چلے آتے ہیں۔

......ایک دن دورانِ سبق فرمایا: یہاں ایک لولا لنگڑا لڑکا رہتا ہے، سخت معذور ہے، مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، میں بھی اس کا خیال رکھتا ہوں، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس کی دعاؤں کے صدقے چل رہا ہوں، ایسے لوگوں کی دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم سے کام لے رہے ہیں۔

......ایک مرتبہ ایک حکومتی کارندہ استاذِ محترم کے مدرسہ کے لیے ایک لاکھ روپیہ سرکاری امداد لایا، استاذِ محترم نے انکار فرمادیا، اس نے پوچھا کہ: مولوی صاحب! یہ کم ہیں تو زیادہ پیش کروں؟ استاذِ محترم نے فرمایا: نہیں! سرکاری امداد ہم نے لینی ہی نہیں۔ کہنے لگا: کیوں؟ آپ حکومت کے باغی ہیں؟ فرمایا: نہیں! باغی بھی نہیں۔ کہنے لگا: پھر کیوں نہیں لیتے؟ فرمایا: ہم دیوبندی ہیں اور قوانین میں دارالعلوم دیوبند کے ماتحت ہیں، اور بانیِ دارالعلوم نے لکھ دیا ہے کہ حکومت سے کبھی بھی امداد نہیں لینی۔ اس پہ وہ خاموش ہو کر چلا گیا۔

......ایک مرتبہ مفتی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہم نے استاذِ محترم سے عرض کیا کہ: ایک میمن صاحب آپ کے مدرسہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں، لیکن کاروباری مصروفیت کی بنا پر دن میں نہیں آسکتے اور رات کو بھی بارہ بجے آسکتے ہیں۔ وہ آج رات بارہ بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ استاذِ محترم نے فرمایا: مفتی صاحب! میں تو گیارہ بجے سے پہلے سو جاتا ہوں، ایک دنیا دار کے لیے گھنٹہ بھر جاگنا مجھے گوارا نہیں۔ آپ اُن کو منع کر دیں کہ وہ میرے پاس نہ آئیں۔

......استاذِ محترم حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم [لاہور] بھی استاذِ محترم حضرت نعمانی مدظلہم سے علمی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ کوئی مشکل پیش آئے خاص طور پہ تفسیر سے متعلق تو استاذِ محترم سے پوچھتے ہیں۔

(جاری۔۔۔)

احسن خدامی

مشاہدات بجواب شواہدات

......دوسری قسط......

رسول اللہ ﷺ پر تنقید برداشت کرنے کا دعویٰ!

جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہر مسلمان کی عقیدت ومحبت کا مرکز ہے۔ آپ کا ادب و احترام، آپ کے نام مبارک پر جان نچھاور کرنے کا جنون اور آپ کی محبت میں فنا ہوجانے کا جذبہ ہر مسلمان کی وہ متاع عزیز ہے جس سے وہ کسی صورت بھی دست بردار ہونے پر آمادہ نہیں ہے۔ بارگاہ رسالت کا مقام وہ مقام ہے کہ جہاں جبریل بھی ادب و احترام کے پر بچھاتے ہیں اور جہاں ایک سچا مسلمان سانس لیتے ہوئے بھی ڈرتا ہے کہ مبادا بارگاہ اقدس میں ایسی کوئی گستاخی نہ ہوجائے کہ وہ "**ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون**" کا مصداق بن جائے۔ ایک مسلمان جس کے دل میں جناب رسالت مآب ﷺ کی عقیدت ومحبت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو، کبھی یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اس کی زبان یا قلم سے ایسا کوئی جملہ نکلے جو بارگاہ رسالت میں بے ادبی کا شائبہ بھی رکھتا ہو۔ ایسے جملے یا کلمے کو زبان وقلم سے نکالنے کی نسبت اسے ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرامؓ سے زیادہ آپ ﷺ کے شیدائی اور ادب شناس اس دھرتی نے کب دیکھے ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا اور آپ کے صحابی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں یا آپ؟'' تو انہوں نے رشتے میں چچا ہونے کے باوجود ادب واحترام میں ڈوبا ہوا جواب دیا کہ "**هو أكبر وانا أسنّ**"۔ یعنی ''وہ مجھ سے بڑے ہیں، البتہ میری عمر زیادہ ہے''۔ محبت وعقیدت کی خوشبو اڑاتا یہ ہیرے موتیوں سے قیمتی جملہ ہر مسلمان کو یہی سبق دیتا ہے کہ جہاں سرورِ دوعالم ﷺ کا ذکر ہو، وہاں کوئی ایسا لفظ بھی زبان سے نہ نکالا جائے جو بارگاہ رسالت کے ادب واحترام کے معیار سے فروتر ہو اور جس سے بے ادبی کا کوئی شائبہ بھی ٹپکتا ہو۔

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے بیانات میں بار بار اس بات کو موضوع بنایا کہ ''ہم جناب رسول اللہ ﷺ پر تنقید تو برداشت کرسکتے ہیں، لیکن توہین برداشت نہیں کرسکتے''......مولانا صاحب کی یہ بات ایمان اور ادب کے اعتبار سے بالکل غلط اور ناروا تھی۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر کوئی مسلمان بھی تنقید کو ''برداشت'' نہیں کرسکتا۔ ''برداشت'' تو کسی عمل کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم کرجانے اور اس

پر کوئی بھی ردعمل ظاہر نہ کرنے کو کہتے ہیں۔ جب کسی بھی عمل پر کوئی ردعمل ظاہر کر دیا جائے تو اب یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اسے ''برداشت'' کر لیا گیا ہے۔ جس طرح تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دینا ''برداشت'' نہیں ہے، اسی طرح تھپڑ کا جواب گالی سے دینا یا مارنے والے پر عدالت میں مقدمہ کر کے اسے سزا دلوانا بھی ''برداشت'' نہیں ہے۔ اس لیے کہ ردعمل ظاہر کرنے اور بدلہ لے لینے کو ''برداشت'' نہیں کہتے۔ مسلمان کے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی توہین ہو تو وہ ملعون شاتم کے وجود سے زمین کو پاک کر دیتا ہے اور اگر ''تنقید'' ہو تو بھی اسے ''برداشت'' نہیں کرتا بلکہ جو ردعمل ظاہر کرنا اس کیلئے ممکن ہو، ظاہر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کیسے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر تنقید کو برداشت کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جبکہ صحابہ کرامؓ تو آپ ﷺ کے پائے اقدس میں کانٹا چبھنے کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضرت **زید بن دثنہ رضی اللہ تعالی عنہ** کو تختۂ دار کی طرف لے جاتے وقت جب مشرکین نے ان سے سوال کیا کہ کیا تمہیں منظور ہے کہ اس وقت تم اپنے گھر میں ہوتے اور تمہاری جگہ محمد (ﷺ) کو سولی دے دی جاتی؟ تو رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابیؓ نے مشرکین کو ایمان افروز جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو یہ بھی برداشت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ موجود ہوں اور ان کے پاؤں مبارک میں کانٹا چبھ جائے اور اس کے بدلے میری جان بچ جائے۔

ایک طرف تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل، کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پائے اقدس میں کانٹا چبھنے کو بھی ناقابل برداشت سمجھتے ہیں اور اس پر جان دے دینے کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسری طرف جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کا اعلان، کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر تنقید کو بھی برداشت کر سکتے ہیں۔ ان کے وکیل صفائی جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب بضد ہیں کہ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کا یہ جملہ بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ اس جملہ کی تشریح وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی توہین کی جائے تو توہین کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر آپ ﷺ پر تنقید کی جائے تو اس کا علمی جواب دیا جائے گا، مگر جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے، اس جملے کی یہ تشریح کسی طرح بھی اس کے مفہوم سے ثابت نہیں ہوتی، نہ ہی ہو سکتی ہے، اس لئے کہ ''جواب دینے'' کو ''برداشت کرنا'' نہیں کہتے۔ قارئین کرام خود غور فرمائیں! کہ ''تنقید کو برداشت کیا جائے گا'' کا یہ مفہوم نکالنا کہ ''تنقید کا جواب دیا جائے گا'' کون سی دانشوری اور عقلمندی ہے اور یہ مفہوم آخر کس طرح اس جملے سے کشید کیا جا سکتا ہے۔

زیر بحث جملے کے غلط ہونے کیلئے تو یہی اجمال کافی ہے جو ہم نے اوپر عرض کیا، مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو صحیح ثابت کرنے کیلئے جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب نے جو علم و عرفان کے موتی بکھیرے ہیں ان کا بھی مختصر جائزہ لے لیا جائے۔

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کا ایک اعتراض......!

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ اکابر علمائے دیوبند مثلاً حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ وغیرہ کے زمانے میں پنڈتوں اور پادریوں کی طرف سے جب جناب رسول اللہ ﷺ پر اعتراضات کئے گئے تو کسی نے بھی ان کے قتل کا فتویٰ نہیں دیا۔

[ماہنامہ نصرۃ العلوم اکتوبر ۲۰۱۳ء ص:۵۱]

جواب......:

اب حافظ اسامہ مدنی صاحب کو کون سمجھائے کہ قتل کا فتویٰ نہ دینے سے ''برداشت'' کرنا لازم نہیں آتا۔ اکابر دیوبند نے ان کے قتل کا فتویٰ نہیں دیا مگر اس کو ''برداشت'' کرنے کا اعلان بھی تو نہیں کیا۔ حافظ صاحب محترم بھی بادشاہ آدمی ہیں۔ اعتراض کچھ ہے، جواب کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ اعتراض تو اس لفظ پر ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ پر تنقید برداشت ہے'' اور حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ اکابر علمائے دیوبند نے جناب رسول اللہ ﷺ پر تنقید کرنے والے پر قتل کا فتویٰ نہیں دیا، لہٰذا انہوں نے اس تنقید کو ''برداشت'' کرلیا۔ اس کو کہتے ہیں، کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ کیا برداشت نہ کرنے کا مطلب صرف قتل کرنا ہوتا ہے؟ جب ہندوؤں کی طرف سے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات کی صورت میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی مہم چلائی گئی تو امام دعوت وتبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ وغیرہ نے دعوت وتبلیغ کے ذریعے ان کو مسلمان کرنے کی مہم چلائی، مگر ان کو قتل کرنے کا فتویٰ کسی نے بھی نہیں دیا، تو کیا حافظ اسامہ مدنی صاحب اس کا یہ مطلب ارشاد فرمائیں گے کہ ''تمام اکابر علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے مرتد ہونے کو ''برداشت'' کرلیا''......؟

بہت سے علمائے کرام نے مرزا قادیانی کے زمانے میں اس پر کفر کا فتویٰ تو دیا مگر واجب القتل ہونے کا فتویٰ نہیں دیا، کیا اس کا یہ مطلب نکالا جائے گا کہ مرزا قادیانی کو ''برداشت'' کرلیا گیا؟

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب اس اشکال کے جواب میں بھی کچھ ارشاد فرمائیں کہ اگر کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر ''اخلاق'' کے دائرے میں رہتے ہوئے تنقید کرے، اور ''علمی'' دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرے کہ آپ ﷺ کا فلاں اور فلاں کام (نعوذ باللہ) غلط تھا، یا مثلاً آپ ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتے تھے، تو آیا وہ مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس کی اس ''تنقید'' کو برداشت کیا جائے گا یا نہیں......؟ اگر نہیں تو کیوں......؟

حقیقت یہ ہے کہ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے اس فلسفے کے ذریعے رسول اللہ

ﷺ کی توہین کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کیلئے چور دروازہ کھول دیا ہے۔اب جو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی ناپاک جسارت کرے گا، مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بیان کو لے کر کہہ دیا کرے گا کہ میں نے توہین نہیں، تنقید کی ہے تو یہ بات کہاں تک پہنچے گی؟ مولانا زاہد الراشدی صاحب یا حافظ اسامہ مدنی صاحب توہین اور تنقید کی ''متفق علیہ'' تعریف کہاں سے تلاش کریں گے؟ جبکہ ابھی تک تو وہ دیوبندیت اور سنیت کی متفق علیہ تعریف اور بقول کسے دیوبندیت کا ''دو اور دو چار والا فارمولا'' ہی ہر ایک سے پوچھتے پھر رہے ہیں۔ جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ کارٹون بھی اکثر و بیشتر کسی کی شخصیت پر تنقید ہی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور اس میں بھی جس کا کارٹون بنایا جائے، اس کی کسی بات پر تنقید ہی کیلئے لکیروں اور خاکوں کو سہارا بنایا جاتا ہے۔ کاش کہ حافظ اسامہ مدنی صاحب اس بات پر غور فرما لیتے کہ اگر کل کلاں کسی منحوس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے خاکوں کے بارے میں بھی یہ تشریح شروع کر دی کہ فلاں خاکہ توہین پر مبنی ہے اور فلاں میں صرف تنقید پائی جاتی ہے، لہٰذا اس کی اشاعت کو ''برداشت'' کیا جائے تو اس روزِ بد کا سلسلۂ آغاز کہاں سے شمار کیا جائے گا؟ کاش کہ جناب حافظ سامہ مدنی صاحب ان سب باتوں پر بھی غور فرما لیتے۔ کاش کہ وہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی حمایت میں اتنی دور نہ جاتے۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو......!

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب، مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب کے ایک مضمون کا جواب تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''مفتی صاحب محترم نے اپنی تحریر کیلئے ''امام اہل سنت کی بارگاہ میں'' کا گمراہ کن عنوان اختیار کر کے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کے مؤقف یا طرزِ عمل کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ یہ بات نہ صرف ناقابل قبول ہے بلکہ ناقابل برداشت بھی ہے''

فرمایئے جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب! مفتی ابولبابہ صاحب اگر حضرت امام اہل سنتؒ کی ترجمانی کا دعویٰ کریں تو یہ ''ناقابل برداشت'' ہے۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر کوئی بھی تنقید کرے تو ''برداشت'' ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی پاک ذات پر تنقید کرنا، مفتی ابولبابہ صاحب کے امام اہل سنتؒ کی ترجمانی کے دعویٰ سے بھی چھوٹا جرم ہے......؟ **فاعتبروا یا أولی الأبصار......!** (جاری ہے)

☆......☆......☆......☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

(......قسط 17......)

حافظ زبیر[۱۰۶] علی زئی

رب نواز دیوبندی[۱۰۷] اور بے بسیاں[۱۰۸]

رب نواز دیوبندی نے ''زبیر علی زئی کی بے بسی[۱۰۹]'' کا عنوان باندھ کر لکھا ہے:

ا)......بندہ نے وکیل اہلحدیث[۱۱۰] محمد حسین بٹالوی کا ایک اقتباس[۱۱۱] ان کی کتاب ''اشاعۃ السنۃ'' سے نقل کیا جس میں انہوں نے تقلید کو اذان وکلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ ومتعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔(مجلّہ صفدر، شمارہ:٦،ص:١١)

علی زئی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' (مجلّہ صفدر گجرات، ش:١٤،ص:٣٦)

جواب: کیا مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی ہر بات[۱۱۲] قرآن وحدیث واجماع[۱۱۳] ہے، کہ ہر اہل حدیث[۱۱۴] ان کی ہر بات کا جواب دینے کا لازمی پابند[۱۱۵] ہے؟ (نیز دیکھئے اسی فقرے کا ذیلی حاشیہ[۱۱۶]:٢)

١٠٦ زبیر علی زئی صاحب کا علمی مقام دیکھنے کے لئے ہماری اسی کتاب کا حاشیہ نمبر ١......٩ ملاحظہ فرمائیں۔

١٠٧ علی زئی صاحب کا یہ مضمون پہلے ضربِ حق سرگودھا جون ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا اور بعد میں ان کی کتاب ''مقالات'' جلد پنجم میں شامل کر دیا گیا ہے۔

علی زئی صاحب کی وفات سے ایک سال پہلے ہم نے اس مضمون کے متعلق درج ذیل اعلان شائع کرا دیا تھا۔

''اعلان: جناب زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے بندہ کے ایک طویل مضمون ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کی ایک قسط کے کچھ حصہ کی چند باتوں کا بزعم خود جواب دینے کے لئے دفاعی مضمون لکھا۔ عنقریب ہم ان کے اس مضمون کو متن بنا کر حاشیہ میں جواب دیں گے، ان شاء اللہ''

(مجلّہ صفدر گجرات شمارہ نمبر ١٩ ر ستمبر ۲۰۱۲ء صفحہ ٦)

پھر دوبارہ یہی اعلان مجلّہ صفدر شمارہ نمبر ۲۰ ر اکتوبر ۲۰۱۲ء صفحہ ۳۵ پر شائع ہوا۔

مجلّہ صفدر میں پہلے سے ہمارا قسط وار مضمون ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' جاری تھا اس لئے فوری اس کا جواب شائع نہ کر سکے کیونکہ مجلّہ میں مزید صفحات کی گنجائش نہ تھی، اب چونکہ وہ مضمون شائع ہو چکا ہے، لہٰذا اعلان

میں کیے گئے وعدہ کے مطابق علی زئی صاحب کے اس دوسرے مضمون کا جواب حاضر ہے، وباللہ التوفیق۔

۱۰۸ بندہ نے تو ''بے بسی'' عنوان قائم کیا تھا اور علی زئی صاحب نے ''بے بسیاں'' عنوان قائم کیا ہے، جس سے مجھے خیال آرہا ہے کہ ان کے ساتھ دیگر آل غیر مقلدیت کی طرف توجہ کروں تا کہ ''بے بسیاں'' عنوان کا تقاضا پورا ہو۔

☆غیر مقلدین نے دعویٰ کیا کہ ''ایام تشریق ذبح کے دن ہیں'' حدیث صحیح ہے، لیکن اس کی صحت ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ (علمی مقالات جلد۴ صفحہ ۳۴۰)

☆غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ چار دن قربانی کے قائل تھے لیکن اسے صحیح ثابت نہیں کرسکے۔ (علمی مقالات جلد۴ صفحہ ۳۴۸)

☆غیر مقلدین نے کہا: **اذا قرأ فانصتوا**، حدیثِ نبوی ضعیف ہے.....مگر اس کا ضعف ثابت کرنے سے عاجز رہے۔

☆غیر مقلدین نے بخاری کے راوی ابوبکر بن عیاش کو ضعیف قرار دیا۔ (رفع الیدین کے دلائل: دامانوی صفحہ ۱۱، تسہیل الوصول صفحہ ۲۲۱، سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۸۳) وغیرہ۔ مگر اسے ضعیف قرار دینا غیر ثابت بات ہے۔ اسی لیے غیر مقلدین اس کو ضعیف ثابت کرنے سے قاصر رہے۔

☆رئیس محمد ندوی اور وحید الزمان نے یہ دعوی تو کر دیا کہ بعض صحابہ کرام فاسق تھے

[نزل الابرار، ج:۳، ص۹۴.....سلفی تحقیقی جائزہ، ص:۶۵۳]

لیکن دلائل سے اس دعوی کو ثابت کرنے سے بے بس رہے۔

۱۰۹ بندہ نے علی زئی صاحب کے مضمون کو متن میں رکھ کر حاشیہ میں جواب دیا، اس کی ابتدا میں علی زئی صاحب کی کتاب ''توضیح الاحکام جلد ۱ صفحہ ۳۴۳'' سے نقل کیا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مضمون کو متن میں رکھ کر ہر مطلوبہ کا جواب نہ دیا جائے تو وہ جواب نا قابلِ سماعت اور مردود ہوگا......پھر لکھا: لہٰذا علی زئی صاحب اپنی شرط کا لحاظ رکھ کر جواب دیں یا خاموش رہ کر زندگی کے ماہ وسال پورے کرتے رہیں۔ دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۔

ہم نے علی زئی اصول ذکر کر کے ان کی ''بے بسی'' کا عنوان قائم کیا تھا، دیکھئے حاشیہ نمبر ۳۔

جس مضمون کا جواب لکھ رہا ہوں یہ مضمون بھی علی زئی صاحب کی ''بے بسی'' کو خود انہی کے اصول کی روشنی میں ظاہر کر رہا ہے کیونکہ نہ تو انہوں نے متن بنا کر جواب دیا اور نہ ہی ہر مطلوبہ بات کا جواب دیا ہے۔ ایسے جواب کو وہ نا قابل سماعت اور مردود قرار دے چکے ہیں، نا قابلِ سماعت اور مردود جواب لکھنا ''بے بسی'' نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر علی زئی اصول سے نظریں ہٹالی جائیں تو بھی ان کی ''بے بسی'' واضح ہے، ہمارے مضمون ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' کی چودہ قسطیں ان کی زندگی میں شائع ہوئیں، مگر انہوں نے ایک دو قسطوں کی چند باتوں پر طبع آزمائی کی ہے، باقی سارا مضمون خاموشی کی نذر کر دیا۔ اور جن باتوں پر طبع آزمائی کی ہے ان کا جواب بھی حاضر ہے، پڑھئے اور اندازہ کیجئے کہ علی زئی جواب میں کتنی جان ہے؟

۱۱۰ بٹالوی صاحب کو ان کے حلقہ میں ''وکیل اہلحدیث'' کہا جاتا ہے انہوں نے جو اپنے احباب کی وکالت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے جماعت کو انگریز سے ''اہلحدیث'' نام الاٹ کرا کے دیا ہے، بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اس صدی اور اس ملک میں مذہب اہل حدیث کی بناء مستحکم کرنے اور اس قوم کے برے القاب وہابی و غیر مقلد وغیرہ کو موقوف کرا کے گورنمنٹ (انگریز) سے اس کا نام اہل حدیث مقرر کرانے کا یہ ناشکرہ (ثناءاللہ امرتسری، ناقل) بھی معترف ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۲۹۰)

۱۱۱ اقتباس کی عبارت یہ ہے۔ بٹالوی صاحب ''نوٹ'' عنوان دے کر لکھتے ہیں:

''جو شخص سچا اہلحدیث رہنا چاہتا ہے وہ اس نوٹ کو ملاحظہ کرے اور اس پر کاربند ہو ورنہ مطلق تقلید سے متنفر ہو کر اعتزال، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور دہریت میں جا پڑے گا، امام شافعی جو فقہ وحدیث کے مسلم امام ہیں، اپنے اس قول جدید میں اتباع قول صحابہ کا نام تقلید رکھا ہے، ایسا ہی آپ سے جلد اول اعلام (الموقعین، ناقل) کے صفحہ ۲۱۸۔۲۱۹ میں نقل کیا گیا ہے۔ حافظ ابن القیم نے جو مسئلہ ترک تقلید ناجائز کے بڑے حامی ہیں، امام شافعی کے اس محاورہ کو جائز و مسلم رکھا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ متاخرین کی اصطلاح کی پرواہ نہ کر کے ہم اس لفظ تقلید سے متوحش نہیں ہوتے۔ امام شافعی اور حافظ ابن قیم کے یہ اقوال فرقہ اہلحدیث کے ان جہلاء اور بعض علماء پیروان خواہش جہلاء کے لئے ایک عبرت خیز وہدایت انگیز تازیانہ ہے، جو لفظ تقلید ومقلد کے نام سے چونک اٹھتے ہیں اور یہ الفاظ سنتے ہی ایسے چڑتے اور جلتے ہیں جیسے سکھ بانگ سننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے سے، ان جہلاء اور ان کی روش اختیار کرنے والے علماء کو معلوم ہو کہ جن لوگوں نے ہندوستان میں مسئلہ ترک تقلید ناجائز کو پھیلایا ہے یا بلادِ عرب وغیرہ میں ان سے یہ مسئلہ شیوع پایا ہے انہوں نے مطلقاً تقلید کو ناجائز نہیں کہا بلکہ خاص کر تقلید مقابلہ نص (قران وحدیث) اور تقلید مذہب متعین باعتقاد وجوب کو ناجائز کہا ہے اور تقلید مذہب واحد کو اگر اس کے ساتھ اعتقاد وجوب شرعی نہ ہو تو جائز لکھا ہے۔ معیار الحق مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۱۴۱ میں کہا ہے، باقی رہی تقلیدِ وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے۔

قسم اول: واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہدین اہل سنت کی لا علی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں کہا ہے، یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت......

قسم ثانی: مباح اور وہ تقلید مذہب معین کے ہے، بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امرِ شرعی نہ سمجھے......
اعلام الموقعین جلد دوم کے صفحہ ۲۹۳ میں تقلید ممنوع اور تقلید واجب و جائز میں فرق بیان کیا ہے۔ پھر کمال تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ علماء کہلاتے ہیں اور یہ کتابیں ان کی نظر سے گذر چکی ہیں وہ کیوں مطلق تقلید و مقلد کے لفظ سے ناخوش ہوتے ہیں اور حنفی یا شافعی کہلانے کو ایسا برا سمجھتے ہیں جیسے شیعہ یا غیر مسلم کہلانے کو......'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۱۲۵)

اس جگہ اتماماً للفائدۃ اقتباس کی عبارت نسبۃً زیادہ ہم نے نقل کر دی ہے، اس اقتباس سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱......سچا اہلحدیث ہونے کے لئے مطلق تقلید کو ماننا ضروری ہے۔

۲......صحابی کے قول کی اتباع کو تقلید کہنا صحیح ہے۔

۳......حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لفظ تقلید سے متوحش نہیں ہوتے۔

۴......بٹالوی صاحب کا تقلید کی تائید میں لکھا ہوا نوٹ بالا تقلید سے چڑنے والوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

۵......بٹالوی صاحب نے تقلید کو اذان و کلمہ سے اور منکرینِ تقلید کو دیہاتی سکھ اور متعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔

۶......ہند اور بلاد عرب کے علماء مطلقاً تقلید کو ناجائز نہیں کہتے یعنی وہ مطلق تقلید کے قائل ہیں۔

۷......جس تقلید کو ناجائز کہا ہے وہ، وہ تقلید ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف کی جائے...... (اور ایسی تقلید اہلحدیث میں پائی جاتی ہے، دیکھئے حاشیہ نمبر ۴۵)

۸......مطلق تقلید واجب ہے۔

۹......تقلید شخصی مباح ہے۔

۱۰......حنفی، شافعی ہونے کو برا سمجھنا اور مطلق تقلید سے ناخوش ہونا قابلِ افسوس چیز ہے۔

۱۱۲ ہم تو یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ بٹالوی صاحب کی ہر بات قرآن وحدیث ہے، البتہ میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اہلحدیث جو کچھ کرتے اور جو کچھ کہتے ہیں سب حدیثِ رسول ﷺ کی بناء پر کرتے اور کہتے ہیں۔ اپنی رائے محض سے نہ کچھ کہتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں''۔ (تفسیر واضح البیان صفحہ ۵۶۰)

اگر ہم سے مطالبہ کیا جائے تو میر صاحب کے دعویٰ کی طرح دیگر آلِ غیر مقلدیت کی ادعائی تحریریں تلاش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۱۱۳ آپ لوگ قرآن، حدیث اور اجماع کے جس قدر پیرو ہیں اس کی باحوالہ بات ہم حاشیہ نمبر ۸۷

میں نقل کر چکے ہیں نیز بٹالوی صاحب نے اپنے ''نوٹ'' میں مطلق تقلید کو مانا ہے، کیونکہ اس کا ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع سے ملتا ہے۔

معیار الحق کتاب میں ''**فاسئلوا اهل الذكر**'' آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

''یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر'' (معیار الحق صفحہ ۷۴)

بٹالوی صاحب نے اپنے ''نوٹ'' میں تقلید کے ثبوت میں معیار الحق کا حوالہ دیا ہے بلکہ وہ اس کتاب کو اپنی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ ج:۲۳، ص:۳۴۷)

بٹالوی صاحب حدیث سے تقلید کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ ایک شخص کے سر میں زخم پہنچا اور اس نے کسی صحابی سے پوچھا کہ مجھے تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ جائز نہیں۔ تو اس نے غسل کیا اور وہ ہلاک ہو گیا جس پر آنحضرت ﷺ نے غلط فتویٰ دینے والے مفتی کو بد دعا دی اور اس پر خفگی ظاہر کی، مگر فتویٰ پوچھنے والے کے حق میں نہ فرمایا کہ اُس نے کیوں قول بلا دلیل کی تقلید کر لی، اس استدلال کی حاضرین نے تحسین کی۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۱۳۰)

بٹالوی صاحب نے ایک مجلس میں لوگوں کو تقلید کا ثبوت پیش کیا، اس کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر کتاب مسلّم الثبوت سے یہ حاشیہ میں نے پڑھ کر سنایا: **اجمع المسلمون علی ان من اسلم فله ان یقلد من شآء من العلماء**...... پھر کہا یہ اجماع بھی معیار الحق صفحہ ۱۴۲ میں منقول ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۱۲۹)

عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر لے وہ علماء میں سے جس کی تقلید کرنا چاہے اس کے لئے جائز ہے۔

تقلید کو حدیث و اجماع سے ثابت کرنے والی بٹالوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارات بھی اسی ''نوٹ'' ہی کا اقتباس ہیں، جس نوٹ میں انہوں نے تقلید کو کلمہ و اذان سے اور منکرین کو دیہاتی سکھ اور متعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔ یاد رہے کہ مطلق تقلید کے جواز سے بٹالوی صاحب کا رجوع میری معلومات کے مطابق ثابت نہیں، البتہ یہ بات ضرور ملتی ہے کہ وہ آخر عمر میں تقلید کو مانتے تھے۔ محمد عبد العظیم حیدر آبادی صاحب غیر مقلد، بٹالوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''وہ آج ایک لانبی (لمبی) عمر گذار کر تقلید کو واجب یا جائز سمجھنے لگے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ اقرار حنفیت کا کیوں اس کے لئے ناجائز ہے، مولوی صاحب بٹالوی سے استدعا ہے کہ اگر وہ کوئی دلیل تقلید شخصی کے وجوب یا جواز پر رکھتے ہیں تو براہِ کرم پیش کر کے رفاہِ عام سے اجرِ عظیم حاصل کریں۔'' (اہلحدیث امرتسر ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ)

اس تحریر کا عکس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب کی کتاب ''تاریخ ختم نبوۃ صفحہ ۳۹۹'' پر دیکھا جا سکتا ہے۔

بٹالوی صاحب کے نظریہ تقلید کو جاننے کے لئے مزید عبارات دیکھنا چاہیں تو حاشیہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۴ بٹالوی صاحب کے اہل حدیث ہونے کے علی زئی صاحب قائل ہیں۔(علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۱۰)

اور اہل حدیث پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دینا ہر اہلحدیث پر لازم ہو یا نہ ہو البتہ علی زئی صاحب نے بزعمِ خود اسے لازم کر رکھا تھا، مثلاً دیکھئے ان کی کتاب علمی مقالات جلد اول، اس کی فہرست میں یوں عنوان ''عقائد، مسلک اہلحدیث اور اعتراضات کے جوابات'' قائم ہے، یہی عنوان جلد دوم کی فہرست میں بھی ہے۔

۱۱۵ علی زئی صاحب کہہ رہے ہیں بٹالوی صاحب کی عبارت قرآن، حدیث اور اجماع نہیں کہ اس کا جواب دینا ضروری ہو......مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن وحدیث اور اجماع ہی کا جواب دیا جاتا ہے اور کسی بات کے جواب کی ضرورت نہیں ہوتی؟

علی زئی صاحب نے جن غیر مقلد علماء کی عبارات کا بزعم خود اپنی کتابوں میں جواب دیا ہے کیا وہ عبارات قرآن، حدیث اور اجماع تھیں؟ جب ''زبیر علی زئی کی بے بسی'' عنوان سامنے آیا تو وہ بزعمِ خود جواب لکھنے لگے اس وقت ان کی عبارات قرآن، حدیث اور اجماع بن گئیں تھیں کہ انہیں جواب کی ضرورت محسوس ہوئی؟

قارئین کرام! ہم نے بٹالوی صاحب کی زبانی تقلید کا جواز نقل کیا، علی زئی صاحب چونکہ مدعی ہیں کہ اہل حدیث تقلید کے قائل نہیں ہیں۔(علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

لہٰذا وہ بٹالوی صاحب سے تقلید کے جواز والے الزام کو دور کرتے یا پھر ان پر وہی فتوی لگاتے جو اہل سنت مقلدین پر لگاتے ہیں، مثلاً تقلید بدعت ہے۔(اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۶۷، علمی مقالات جلد ۱ صفحہ ۳۳)

تقلید شیطانی کام ہے۔(علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۵۶) وغیرہ۔

مگر علی زئی صاحب نہ تو بٹالوی صاحب سے الزام تقلید کو رفع کر سکے اور نہ ہی ان پر فتویٰ لگانے کی جرأت کر پائے، بلکہ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب غیر مقلد کی بات کو سچا کر دکھایا کہ:

''بعض علمائے اہل حدیث اپنوں کے بارے میں چشم پوشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔''

(اہلِ توحید کے لئے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۵ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم)

تنبیہ: تقلید کی حمایت میں بٹالوی صاحب کی عبارات کا ہم وافر ذخیرہ اپنے پاس رکھتے ہیں جسے وقت آنے پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۶ آگے جب ذیلی حاشیہ: ۲ آئے گا تو اسے بھی دیکھ لیں گے، ان شاء اللہ۔ (جاری ہے۔)

قضیہ مولانا زاہدالراشدی صاحب......مرحلہ وار (زیرترتیب)

پہلا مرحلہ: ''وفاق المدارس'' میں تبصرہ کے لیے الشریعہ کی ترسیل، ماہنامہ وفاق المدارس میں الشریعہ پر تبصرہ، مولانا زاہدالراشدی صاحب کا وفاق کی مجلس عاملہ اور نصابی کمیٹی کی رکنیت سے استعفیٰ، وفاق المدارس کی طرف سے مولانا سلیم اللہ خان، مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا رفیع عثمانی، مولانا تقی عثمانی اور مولانا حنیف جالندھری پر مشتمل کمیٹی کی تشکیل، مولانا زاہدالراشدی صاحب کا کمیٹی کے سامنے پیش ہونے سے انکار، مولانا حنیف جالندھری کی طرف سے وفاق کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت اور اس موقع پر اپنے موقف کی وضاحت کی دعوت، مولانا زاہد الراشدی کا مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار، وفاق کا افہام وتفہیم کے لیے کمیٹی کے ساتھ بات چیت پر اصرار جب کہ مولانا زاہدالراشدی کا کمیٹی کے ساتھ بات چیت سے صاف انکار اور معاملہ سمیٹنے کا مطالبہ۔

دوسرا مرحلہ: ''غامدیت کیا ہے؟''،''امام اہل سنت کا مسلک اعتدال اور عمار خان ناصر''،''عقائد اہل سنت اور مولانا زاہدالراشدی کی نوازشات''،''عمار خان کا نیا اسلام'' کی اشاعت۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کا مولانا زاہدالراشدی کے نام الشریعہ کے آزاد فورم کی نقصان دہ پالیسی سے متعلق مکتوب گرامی، مولانا عبدالقدوس خان قارن کا مولانا زاہدالراشدی کو ان کی اور عمار کی غلط پالیسی سے متعلق خط......اور مولانا زاہدالراشدی کی خاموشی۔

تیسرا مرحلہ: مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کا اصلاحِ احوال کے لیے بائیکاٹ کا فیصلہ، ملک بھر کے اکابر علماء ومفتیان کی طرف سے اس کی تائید وتصویب، مولانا زاہدالراشدی صاحب کا مولانا سلیم اللہ خان سے غیر جانبدار کمیٹی بنا کر اس سے فیصلہ کرانے کا مطالبہ، مولانا سلیم اللہ خان کی طرف سے عمار خان کی گمراہی کا اعلان اور آزاد فورم بند کرنے کی شرط پر کمیٹی بنانے کا فیصلہ، مولانا زاہدالراشدی صاحب کا عمار خان کو گمراہ تسلیم کرنے اور آزاد فورم بند کرنے سے انکار اور پہلے کمیٹی بنانے پر اصرار، مولانا سلیم اللہ خان کا عمار خان کی گمراہی تسلیم کرکے اس کا اعلان کرنے اور آزاد فورم کو جمہور اہل سنت کے تابع بنانے کے تحریری اعلان سے قبل کسی بھی قسم کی کمیٹی بنانے سے انکار۔ مولانا زاہدالراشدی کا عمار خان کو گمراہ ماننے سے انکار اور اپنے مطالبے پر اصرار۔

چوتھا مرحلہ: مجلّہ صفدر میں مولانا زاہدالراشدی اور عمار خان کی بے اعتدالیوں وگمراہیوں اور آزاد فورم کے نقصانات پر مشتمل چشم کشا حقائق، حافظ اسامہ مدنی کے تعصّبات وتلبیسات سے پردہ اٹھاتی تحریر ''مشاہدات''، ماہنامہ نصرۃ العلوم کے جوابی مضامین کا پوسٹ مارٹم......اور دیگر مفید معلومات افزاء ابحاث

ترتیب: خادم اہل سنت عبدالرحیم چاریاری

پیامِ صفدر احسن خدامی

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ کا انتقال

تبلیغی جماعت کے عالمی امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو دہلی میں انتقال فرما گئے۔ ولیٔ کامل، مجددِ وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اللہ جل شانہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے توکل علی اللہ، امت کے درد وغم اور دین کیلئے قربانی کی بنیادوں پر جس پاکباز جماعت کی بناڈالی تھی اسی جماعت کی قیادت کی ذمہ داری مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے والد محترم حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد ۱۹۹۵ء میں حضرتؒ کے کاندھوں پر ڈالی گئی۔ دعوت دین کے اتنے بڑے عالمی اور محیر العقول نظام کو سنبھالنا اور چلانا اللہ جل شانہ کی مدد اور خاص نصرت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسے منصب کے لیے منجانب اللہ اسی شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے جس میں تواضع، انکسار، حلم، جود وسخا، للّٰہیت اور خوف وخشیت کی صفات بدرجہ اتم موجود ہوں۔ جس کی دوستی اللہ کے واسطے اور دشمنی بھی اللہ کے واسطے ہو۔ بڑوں کا اکرام اور چھوٹوں پر شفقت جس کے رگ وپے میں بسی ہو۔ جس کا دن بے تکان محنت وریاضت اور دعوت وتبلیغ اور جس کی رات شب بیداری اور بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری سے عبارت ہو۔ حضرت رحمہ اللہ کو اللہ جل شانہ نے انہی پاکیزہ صفات سے متصف فرمایا تھا۔

حضرتؒ کی تعلیم کی ابتدا مرشد العلماء امام الصلحاء حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ نے حفظ قرآن کی بسم اللہ کرا کے کی تھی۔ بابرکت معمار کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر علم دین کی عمارت کی تعمیر ۱۳۹۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی صورت میں مکمل ہوئی۔ آپؒ کو کئی سال تک درس وتدریس کا موقع بھی ملا اور پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ارشاد اور اصلاح نفس کے بعد حضرت اقدسؒ سے اجازت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس کے بعد دعوت وتبلیغ کے کام میں انہماک کے ساتھ مصروف ہوگئے۔ پاکستان میں رائیونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع کی اختتامی دعا آپؒ ہی کرواتے تھے اور اس موقع پر آپ کی رقت آمیز لہجے میں طویل طویل دعائیں ہمیشہ آپؒ کی یاد دلاتی رہیں گی۔ اللہ جل شانہ آپؒ کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائیں، آپؒ کے درجات بلند فرمائیں اور آپؒ کے چھوڑے ہوئے تبلیغی قافلے کو دوبارہ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے دور کی یاد تازہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اسے ہر قسم کے شر ورو فتن سے محفوظ فرمائیں۔ آمین ☆☆